جامعہ دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ

الحق

بیاد: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم حقانیہ

مدیر: مولانا سمیع الحق

مطبوعات مؤتمر المصنّفین

دعوات حق
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے خطبات و ارشادات کا عظیم الشان مجموعہ دین و شریعت اخلاق و معاشرت، علم و عمل، عروج و زوال، نبوت و رسالت، شریعت و طریقت ہر پہلو پر حاوی کتاب صفحات ۵۷۵، بہترین ڈائی دار جلد، قیمت ۲۵/ روپے ـــــ جلد دوم ۳۰/ روپے

قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ
قومی اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے دینی و ملی مسائل پر تقاریر، مباحث، تقاریر اور قراردادوں پر ارکان کا رد عمل، آئین کو اسلامی اور جمہوری بنانے کی جد و جہد کی مدلل اور مستند داستان، ایک سیاسی و آئینی دستاویز، ایک ایسی کتاب جس سے وکلاء سیاستدان، علماء اور سیاسی جماعتیں بے نیاز نہیں ہو سکتیں۔ صفحات ۴۰۰، قیمت پندرہ روپے۔

عبادات و عبدیت
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی تقاریر کا مجموعہ، بندگی اور اس کے آداب، عبادات کی حکمتیں اور اعمال صالحہ کی برکات، اللہ کی عظمت و عبدیت اور دیگر موضوعات پر عمدہ کتاب۔ صفحات ۸۰، قیمت ۳/ روپے

مسئلہ خلافت و شہادت
مسئلہ خلافت و شہادت حسین، تعدیل صحابہ وغیرہ پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی مبسوط تقریر مولانا سمیع الحق کی تعلیقات و حواشی کے ساتھ صفحات ۱۰۴، قیمت ۳/ روپے۔

اسلام اور عصر حاضر
از مولانا سمیع الحق مدیر الحق
عصر حاضر کے تمدنی، معاشی، اخلاقی، سیاسی، آئینی، تعلیمی اور معاشرتی مسائل میں اسلام کا مؤقف، عصر حاضر کے علمی و دینی فتنوں اور فرق باطلہ کا تعاقب، بیسویں صدی کے کارزار حق و باطل میں اسلام کی بالادستی کی ایک ایمان افروز جھلک، مغربی تہذیب کا تجزیہ پیش لفظ از مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، صفحات ۴۴۰، مجلد سنہری ڈائی دار قیمت ۲۰/

قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق
از مولانا سمیع الحق مدیر الحق
تعمیر اخلاق، اصلاح معاشرہ، تطہیر نفس میں قرآن حکیم کا معتدلانہ انداز اور حکیمانہ طرز عمل، عبادات کا اخلاقی پہلو۔ قیمت ۳/ روپے۔

الحاوی علیٰ مشکلات الطحاوی
شیخ الحدیث مولانا زکریا سہارنپوری
شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان کامل پوری اور مظاہر العلوم کے دیگر ممتاز محدثین کے مشترکہ غور و فکر کا نتیجہ طحاوی شریف کی تقریباً ایک سو مشکلات کا حل۔ قیمت بارہ روپے۔

ہدایۃ القاری شرح صحیح البخاری
از قلم حضرۃ مولانا محمد فرید صاحب مدرس و مفتی دارالعلوم حقانیہ
بخاری شریف کی قدیم مبسوط شروح اور امالی اکابر سے زیر بحث مسئلہ و مباحث کا خلاصہ، مختصر اور جامع شرح جلد اول صحیح بخاری کی کتاب العلم پر مشتمل ہے۔

برکۃ المغازی
از مولانا محمد حسن جان صاحب استاذ دارالعلوم حقانیہ۔ بخاری شریف کی کتاب الجہاد و المغازی اور حدیث وصیۃ زبیر کے متعلق تحقیقی مباحث۔ قیمت چار روپے

اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتیں
شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کی غیر مطبوعہ مبسوط تقریر انسان کی حقیقی کامیابی کا معیار اللہ کی نظر میں کیا ہے۔ [illegible] مولانا سمیع الحق قیمت ایک روپیہ۔

ارشادات حکیم الاسلام
از علامہ قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند
دارالعلوم حقانیہ میں معجزات انبیاء، دارالعلوم دیوبند کی روحانی عظمت اور مقام پر حضرت قاری صاحب مدظلہ کی حکیمانہ اور عارفانہ تقریریں۔ قیمت ۱/۵۰ روپیہ۔

مؤتمر المصنّفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور۔ پاکستان

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

ربیع الاول: ۱۴۱۰ھ
اکتوبر: ۱۹۸۹ء

جلد ۲۵
شمارہ ۱

بیاد
حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر معاون: عبدالقیوم حقانی

مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم: شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم ۳۴۰ / ۳۴۱ / ۴۳۵ کوڈ نمبر ۰۵۲۳۱۷

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ -/۵۰ روپے فی پرچہ -/۵ روپے بیرون ملک بحری ڈاک -/۸ پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک -/۱۲ پونڈ
سمیع الحق استاذ دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحق ، ربع صدی کے سالِ آخر کا آغاز

* اہداف ، لائحہ عمل ، عزائم اور سطح نظر
* خداوند قدوس کے لشکروں اور ذریت شیطان کے درمیان معرکہ حرب
* حمیتِ ایمانی اور اسلامی اخوت کی عظیم تحریک برپا کرنے کی ضرورت
* پیر طریقت حضرت مولانا حافظ غلام حبیب نقشبندی کا سانحۂ ارتحال
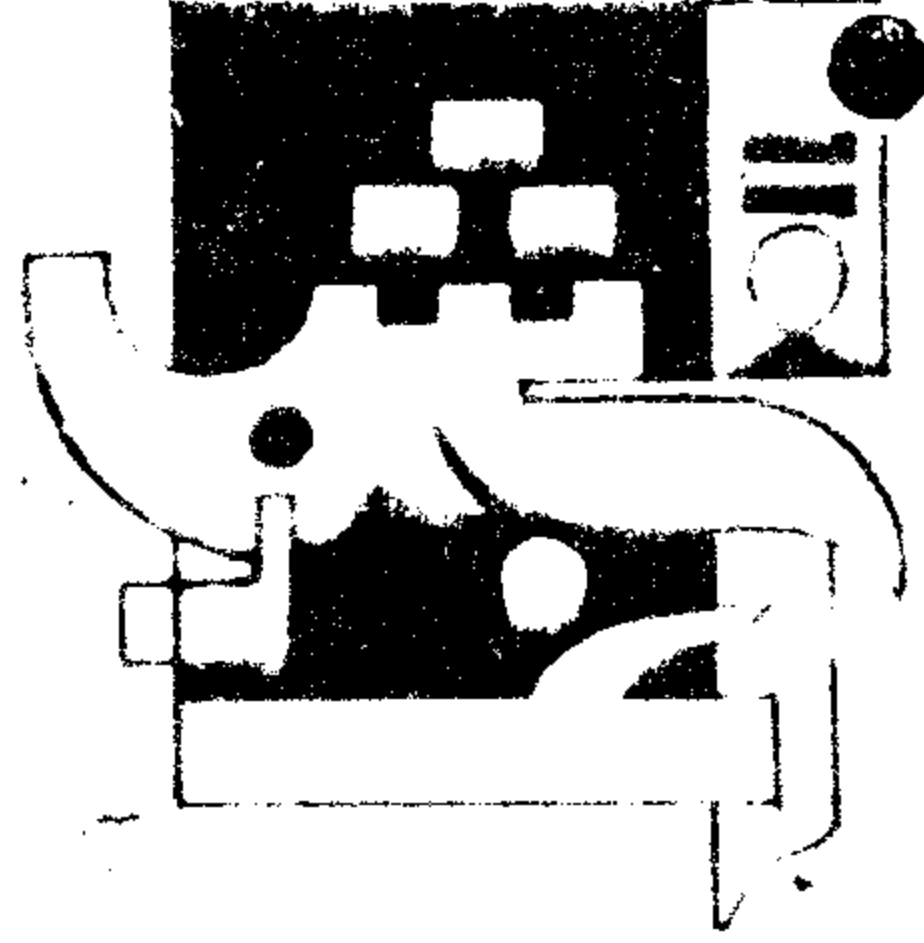
اظہار تشکر و سپاس پروردگار اور اعتراف تقصیر و اعتذار

بحمد اللہ سالِ رواں سے ماہنامہ الحق اپنی زندگی کے چوبیس سال معرکۂ حق و باطل میں مصروفِ کار رہ کر ربع صدی کے سالِ آخر میں داخل ہو رہا ہے۔ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی توفیق، اسی کی نظرِ انتخاب، اسی کے فضل اور موہبت ہی کا نتیجہ ہے جس پر جتنا بھی شکریہ ادا کیا جاتا رہے کم ہے۔

الحق نے اپنے چوبیس سالہ رزم گاہِ حیات میں نظریہ و افکار اور علم و عمل کے مختلف میدانوں میں متنوع خدمات انجام دی ہیں۔ یہ خالص فیاضِ ازل ہی کی کرم نوازی اور مہربانی ہے کہ الحق ایک نظامِ رشد و ہدایت کا داعی اور مرکزِ علم و سیاست کے محور کے طور پر کام کرتا رہا ہے۔ یہ خالقِ ارض و سما ہی کی بلا استحقاق عنایت اور نظرِ رحمت ہے کہ الحق کی دعوت و پیغام اور خدمات اپنے دورِ آغاز سے لے کر اب تک جدید انقلابِ حالات تک، دینی مدارس اور تعلیمی اداروں میں مسندِ درس و تعلیم اور ذوقِ عمل کے جذبات کی انگیخت سے لے کر افغانستان کے میدانِ جہاد و کارزارِ عمل تک، تالیفات و تدوینِ افکار سے لے کر قلمی جہاد کے ملی اور قومی میدانوں تک، مسلمانوں کی انفرادی اور عام اجتماعی زندگی سے لے کر بین الملی سطح تک، ملکی حالات سے لے کر بین الاقوامی مسائل تک، خالص علمی و دینی اور مذہبی دائرے سے لے کر قومی و ملکی اور بین الاقوامی سیاست کے تمام پہلوؤں اور ہمہ جہتی گوشوں پر پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ سب کچھ الحق کے مرحوم و مغفور سرپرست قائدِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے روحانی فیوضات اور ان سے نسبتوں کے برکات ہیں۔

اور یہ بھی موہبتِ خداوندی ہی کا کرشمہ ہے کہ الحق اپنے مقاصد اور طریقۂ کار میں محض ایک صحافتی کردار، ایک اشاعتی ادارہ یا ایک ادارہ کی ترجمانی کے محدود کردار میں محصور نہیں رہا بلکہ اس نے روزِ اول سے اسلام کے احیاء، علومِ نبوت کی ترویج و فروغ، مسلمانوں کی اسلامی زندگی کے قیام، ان کی دینی و مذہبی آزادی اور نظامِ شریعت کی

تنفیذ کی تحریک کی تکمیل جیسے اہداف کو اپنا مطمح نظر بنائے رکھا۔

بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی دینی فکر، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کی سیاسی بصیرت، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا درسِ حریت اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے نظریۂ فروغ تعلیم و تحریکِ انقلابِ اسلامی کے خطوط پر قائم ہونے والی عمارت کی تعمیر کو آگے بڑھایا، اور الحمدللہ کہ ہزار آندھیوں اور طوفانوں، حالات کی نامساعدت، مخالف دھاروں کی یلغار اور فتنہ ہائے مختلفہ کے ہوا ہائے مظلمہ کے تند و تیز جھونکوں اور تھپیڑوں کے باوصف بہ ہزار اعتراف عجز و انکسار اس کے مؤقف و لائحہ عمل اور پائے استقامت میں کوئی لغزش نہیں آئی کہ ؎

حریتِ افکار کی نعمت ہے خدا داد

قارئین الحق کے حضور ہدیۂ تشکر و امتنان

اس سلسلہ میں اپنے اکابر علماء و مشائخ اور الحق کے مخلص قارئین نے جس طرح ادارہ کے کارکنوں کی سرپرستی، شفقت، ہمت افزائی اور ڈھارس بندھائی ہے، اس پر جتنا بھی شکر گذاری اور منت پذیری کا اظہار کیا جائے کم ہے ——— مگر یہ امر واقعہ ہے کہ تشکر و امتنان کے جذبات اور حقیقی کیفیات کا اظہار چند وقیع اور شاندار جملوں اور ادبی الفاظ کی محض تک بندی سے نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہمیں محض رسمی اور مصنوعی ممنونیت کی نمائش اس عظیم اور بھاری ذمہ داری کے بوجھ سے سبکدوش کر سکتی ہے جو فی الحقیقت ادارہ سے وابستہ متعلقین، عامۃ المسلمین اور الحق کے قارئین کی جانب سے خلوص و محبت اور توسّل و اعتماد کی عزت افزائی کی صورت میں ادارہ کے خدام پر عائد ہوتی ہے ——— دو چار پھڑکتے ہوئے جملوں سے بلاشبہ عارضی طور پر اپنے باذوق قارئین کو محظوظ تو کیا جا سکتا ہے مگر قوم اس وقت فصاحت و بلاغت، ادبی تحریروں، نثر کی رعنائیوں اور نظم کی دلفریبیوں کی بھوکی نہیں اور نہ اس قسم کی ذہنی عیاشیوں اور عارضی مسرتوں سے اس کے اصل درد کا درمان اور مرض کا حقیقی مداوا کیا جا سکتا ہے۔

الحق کے اہداف، لائحہ عمل، عزائم اور مطمح نظر

اس کے لیے ضرورت ہے: ایک قائم و دائم جوشش کی، پختہ شعورِ دینی و علمی بصیرت، نبوی طریق کار و استقامت اور صابرانہ ثباتِ قدم، دلیرانہ مگر عاقلانہ طریقِ عمل، نفس کے خلاف جہاد، پختہ کاری و بلند خیالی اور ذی ہوش مسلمان بننے اور بنانے کی۔

الحق نے اپنے تحریری اہداف، مضامین کے انتخاب اور اشاعتی مقاصد میں اوّلین ہدف یہی رکھا کہ سوئے ہوئے دلوں کا دروازہ کھٹکھٹایا جاتا رہے، دعوتِ حق کا غلغلہ ڈالنے والی زبانِ قلم استعمال کی جاتی رہے کہ اسی سے زمانے کی ہوا میں تموّج پیدا ہوتا ہے۔

مخاطبین اور قارئین کے قلوب میں مساعیٔ جمیلہ کا جذبہ، ان کے اخلاق میں شجاعانہ استقامت وایثار، انکے جوارح میں قوتِ عمل اور ان کے عزائم اور ارادوں میں چستی اور پختگی پیدا کی جائے۔ اور یہ امرِ واقعہ ہے کہ محض گرمجوش تحریروں اور ولولہ انگیز تقریروں سے ایسے کٹھن اور بلند پایہ مقاصد میں کامیابی ہرگز حاصل نہیں کی جاسکتی ؎

وكيف الوصول الى سعاد ودونها
قلل الجبال ودونهن حتوف

لہٰذا بحث وتحقیق اور تقریر وتحریر کے ساتھ ساتھ عملی میدان کی نشاندہی، دینی مساعی کے پلیٹ فارم کی رہنمائی عمل واقدام اور اس پر اجر وثواب ورفعِ درجات کی ترغیب اور اس سلسلہ کی ہر ممکن تشویق کا اہتمام کیا جائے ؎

شبنم سے فقط کام چلا ہے نہ چلے گا
پھولوں کی زباں خونِ جگر مانگ رہی ہے

الحق اسی عزم سے نکلا، اسی عزم سے چلا اور اس وادیٔ پُرخار کو برہنہ پا ہو کر قطع کرنا چاہا، مگر جب عملاً آگے بڑھا تو وہ مشکلات اور تکالیف کا جنگل ثابت ہوا، قدم قدم پر صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ طرح طرح کے بدنی، مالی اور متنوع مکروہات اس کے دامنِ استقلال کو جگہ جگہ الجھا دینا چاہتے رہے مگر الحق: حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ۔ کے صادق ومصدوق قائل حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا رسولؐ اور انسانیت کا ہادیٔ برحق مانتے ہوئے اس صحرائے پُرخار میں برابر گامزن رہا، خود بھی اور اپنے قارئین کو بھی یہی تاثر اور یہی پیغام دیتا رہا کہ اسی راستے پر جنت کا دروازہ بہت قریب ہے ——— گوناگوں آفتوں اور آلام میں گھر جانے کے باوجود بھی، بفضل اللہ کسی لمحہ مایوسی کو قریب نہیں آنے دیا اور یہ یقین رہا اور یہی تلقین رہی کہ کامیابی کا آفتاب ہمیشہ مصائب وآلام کی گھٹاؤں کو پھاڑ کر نکلا ہے اور اعلیٰ امیدوں اور انقلابی تمناؤں کا چہرہ سخت اور شدید صعوبتوں کے جھرمٹ میں سے دکھائی دیا ہے ؎

سودا نہیں جنوں نہیں دیوانہ پن نہیں
جینا اگر یہی ہے تو یہ جینے کا فن نہیں

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۝

کیا تم نے یہ خیال کیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے بدوں اسکے کہ اللہ جانچ کرے تم میں سے مجاہدین اور صابرین کی۔

خداوند قدوس کے لشکروں اور ذرّیتِ شیطان کے درمیان معرکۂ حرب وضرب

یہ حق تعالیٰ جل شانہ کی سنتِ مستمرہ ہے کہ کوئی قوم بھی اس کی محبت وعبدیت اور اس کے راستہ پر چلنے کی مدعی نہیں ہوئی جس کو ابتلاء و آزمائش اور امتحانات کی کسوٹی پر نہ پرکھا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم و برگزیدہ پیغمبر بھی اس سے مستثنیٰ نہیں رہے، بے شک وہ بھی مظفر و منصور ہوئے مگر سخت ابتلاء اور زلزال شدید کے بعد۔

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ○ (سورۃ الرعد : ۱۱۰)

یہاں تک کہ جب نا امید ہوئے پیغمبر اور گمان کیا انہوں نے کہ ان سے لوگوں نے تحقیق جھوٹ بولا آئی انکے پاس مدد ہماری، پس نجات دیا گیا جو شخص کہ چاہتے تھے ہم اور نہیں پھیرا جاتا ہمارا عذاب قوم گنہگار سے۔

الحق نے ہمیشہ فرزندانِ توحید کو انبیاء و مرسلین اور سلف صالحین کے راستہ پر چلنے کی دعوت دی شیطان کی ذرّیت اور خداوند قدوس کے لشکروں کے درمیان ہوتے والے معرکۂ حرب میں اہل اسلام کے جذبات وہمت افزائی کی انگیخت کی اور اس یقین سے اپنا سفرِ منزل جاری رکھا کہ شیطان کے مضبوط سے مضبوط آہنی قلعے بھی خداوند قدیر کی نصرت و امداد کے سامنے تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہیں، شرط اخلاص وللہیت، جنون و محبت اور اپنی تمام صلاحیتیں خدا کی راہ میں کھپا دینے کا عزم و حوصلہ اور مبنی برحقیقت فیصلہ ہے ؎

کم نہیں ہے آبِ حیواں سے محبت کی شراب
دل یہ مئے پیتا رہا اور نوجواں بنتا رہا
کچھ نہ کچھ اہلِ جنوں ہر دور میں باقی رہے
اک اگر ٹتا رہا اِک کارواں بنتا رہا

الحق نے حالیہ بدترین انقلاب اور اباحیت و دہریت کے سیاہ طوفانی ریلے کے موقع پر اپنی ذمہ داریاں پہلے سے کئی گنا بڑھ کر محسوس کیں اور اُمّتِ مرحومہ کو بے دینوں اور دہریوں کے نرغے سے بچاتے، ان کی ناپاک ہستیوں ان کے سامانِ حرب و ضرب، ان کے شوکت و اقتدار اور ان کے خوف و ہراس کو لوگوں کے دلوں سے ہٹانے اور اسلامی انقلاب کی راہ ہموار کرنے میں یہ پیغام پھیلایا کہ تمہارا ماویٰ اور ملجاء، تمہارا حاکم اور معبود، تمہارا محسن اور داتا تو صرف اور صرف خدا ہی کی ذات ہے، پھر یہ بتوں اور بتوں کی خدائی سے خوف کیوں؟ خوف کھانے کے قابل اگر کوئی چیز ہے تو وہ خدا کا غضب اور اس کا قاہرانہ انتقام ہے، دنیا کی متاعِ قلیل دنیا کے مفادات، دنیا کی عارضی حکومتیں اور شوکتیں خدا کی ابدی رحمتوں اور اس کے لازوال انعامات کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔

قارئین کی ذمہ داریاں اور ایک نیا زاویہ فکر و عمل

بہر حال ہمیں اپنے اکابر و مشائخ اور معزز قارئین کی جانب سے بڑے حوصلہ افزا اور ناقابلِ شکست عزائم پر مشتمل خطوط موصول ہو رہے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ الحق کے مضامین، تحقیقات، مباحث، انتخاب، پیغام، لائحہ عمل اور راہنمائی سے بلند خیالی، تدبّر اور ہوشمندی کے پودے نشوونما پا رہے ہیں اور یہ تاثر بے غبار حقیقت کی طرح ابھرتا ہوا سامنے آتا ہے کہ الحق کے مزید فروغ و اشاعت، اس کی مزید ترویج و تعارف اور اپنے احباب و مخلصین میں اس کی مزید تقسیم و تشہیر سے قوم ملی نجاح و فلاح اور تعمیر و ترقی اور خالص اسلامی انقلاب اور نبوی راستے پر چلنے کے واضح نشانِ راہ پائے گی۔

لاریب! الحق کی روز افزوں اشاعت و ترقی، قارئین کی فکر و سوچ اور عزم و ہمت کا یہ حوصلہ افزا مرحلہ اسکے اہداف کی صحت کی ضمانت اور مطلوبہ کامیاب ردِ عمل ہے، اور اس میں شک نہیں کہ قارئین نے ایک بڑی ضرورت کا احساس کیا ہے۔ بلاشبہ مسلمانوں کے ماحول، درسگاہوں، لائبریریوں، نجی کے مجالس اور تبلیغی و اصلاحی اور مطالعاتی حلقوں اور عام پڑھے لکھے دوستوں میں اس کی خاص منصوبہ بندی سے اشاعت و استفادہ کا اہتمام کیا جائے تو اس کے مزید انقلابی نتائج اور نقد دینی ثمرات بھی حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

سچی بات تو یہ ہے کہ اب ملک کو دینِ اسلام اور نظامِ ختم نبوت کے تحفظ اور غلبہ و انقلاب کو نہ تھکنے والی دماغی قوتوں، نہ متزلزل ہونے والی قلبی عزیمتوں اور نہ سست ہونے والے اعضا و جوارح رکھنے والے دینی اور اسلامی جذبوں سے سرشار سرفروشوں اور مجاہدین کی ضرورت ہے جو اللہ کے دین کی نصرت و اعانت کریں۔ نظامِ شریعت کی حفاظت، اسلامی تعلیمات کے فروغ و ترویج، دینِ اسلام کی تبلیغ اور اعدائے اسلام کی مدافعت کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ دیگر دسیوں مذہبی فرائض اور ضروریات کے احساس کے ساتھ ساتھ مسلمان اس فریضۂ منصبی سے کبھی بھی غافل نہ ہوں بلکہ اسے تمام فرائض سے مقدم اور اہم سمجھیں، اسلام کے پیروؤں اور کلمہ گویوں میں ایک ایسا رشتۂ وحدت و اتحاد قائم کریں جو تمام مصنوعی، قومی اور سیاسی اتحادات سے بالاتر ہو، اور اس کا ایک بہترین وسیلہ اور ذریعہ یہ بھی ہے کہ الحق کی اشاعت روز افزوں ہو، الحق گھر گھر پہنچے، الحق مطالعہ کی ہر میز پر موجود ہو، الحق کے مطالعہ سے قلوب میں حق کی عظمت کا ورود ہوگا تو ذہنی اور فکری اعتبار سے بھی محمدی تعلیمات اور پیغام و ہدایات کو مزید استحکام حاصل ہوتا رہے گا۔ انشاءاللہ العزیز

ادارہ کو یقین ہے کہ اب جبکہ الحق اپنی زندگی کے ربع صدی کے سالِ آخر کے آغاز میں قدم رکھ رہا ہے قارئین علم و مطالعہ اور ذوقِ کتب بینی کی تسکین سے بڑھ کر فکر و عمل اور اسلامی انقلاب کے میدانِ عمل و کردار

میں قدم رکھیں گے۔ اب کے روح فرسا اور دل سوز واقعات اور بدترین حالات کو سامنے رکھ کر سیماب وار بے قراری اور اپنی شرعی و اخلاقی ذمہ داری اور احساسِ مسئولیت کے پیشِ نظر اُٹھ کھڑے ہوں گے اور مسلمانوں کو دین دشمنوں اور دہریت کے ترغے سے نکالنے اور اسلامی فکر و ذہن کی تشکیل کرنے اور انہیں پنجۂ کفر و ظلم سے نجات دلانے کے لیے الحق کے لیے زیادہ سے زیادہ حلقۂ مطالعہ و استفادہ اور اس کی وسعت کا اہتمام کریں گے کہ فکری و ذہنی اور شعوری انقلاب، قومی و ملّی اور اجتماعی انقلاب کا پائیدار اور مؤثر پیش خیمہ ہُوا کرتا ہے۔

حمیّتِ ایمانی اور اسلامی اخوت کی عالمگیر تحریک برپا کردی جائے

تعلیماتِ نبوت اور حالات کا تقاضا ہے کہ اب عمل اور انقلاب کا راستہ اختیار کیا جائے حمیّتِ ایمانی اور اسلامی اخوّت کی ایک عالمگیر تحریک برپا کردی جائے، سوئے ہوؤں کو بیدار اور بیداروں کو اٹھا کر کھڑا کر کے اور کھڑے ہوؤں کو بے محابا دوڑا دیا جائے۔ حجرہ نشین زاہد، کتابی کیڑے ادیب و مصنف، دوکانوں پر بیٹھنے والے تاجر، اسباب ڈھونے والے مزدوروں، درسگاہوں کے اساتذہ، برق تقریر علماء، شعلہ بیان خطباء، سب کے سب کا ایک ہی صف میں کھڑے ہونے کا وقت یہی تو ہے۔

مسلمانوں کا اوّلین فرض ہے کہ وہ دشمنِ اسلام کو دشمنوں کے مرتبہ میں رکھیں، ان کی مخالفانہ و معاندانہ طاقت اور ان کے نشۂ غرور و تکبّر کو خاک میں ملادیں۔ حالات کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پیغام کو عام کریں کہ اے فرزندانِ توحید! آج تمہارے ایمان و اخلاص کا امتحان ہے۔ خدا تعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ کون اس کے جلال و جبروت کے سامنے سر جھکاتا ہے اور کون ہے جو دنیا کی ناپائیدار ہستیوں کے خوف سے خدا کی امانت میں خیانت کرتا ہے ؎

سرُور جو حق و باطل کے کارزار میں ہے
تُو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہئے

اسلام صرف عبادات کا نام نہیں ہے بلکہ وہ تمام مذہبی، تمدنی، اخلاقی، سیاسی ضرورتوں کے متعلق ایک کامل اور مکمل نظام رکھتا ہے، الحق اسی نظام کی ترویج و اشاعت اور تعارف و غلبہ کی تحریک کا علمبردار ہے جس کے پیشِ نظر اس کی مزید اشاعت و تعارف اور ترویج و افادہ کی ضرورت و اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے ؎

جرأت ہو نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے
اے مردِ خدا مُلکِ خدا تنگ نہیں ہے

جو لوگ صرف اپنے ذاتی مطالعہ و استفادہ پر اکتفا کر کے زمانۂ موجودہ کی کشمکش میں مُبتلا اذہان کی راہنمائی میں

حصہ لینے سے کنارہ کرتے ہیں، صرف حجروں میں بیٹھے رہنے اور انفرادی عبادت وریاضت کے اعمال کو اسلامی فرائض کی ادائیگی کے لیے کافی سمجھتے ہیں، گستاخی معاف! وہ اسلام کے پاک و صاف دامن پر ایک دھبا لگاتے ہیں۔ ان کے فرائض صرف نماز، صرف روزہ، صرف حج و زکوٰۃ اور صرف ذکر و تسبیح میں منحصر نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اسلام کی عزت برقرار رکھنے، اسلامی علوم کی تبلیغ و ترویج میں حصہ لینے اور اسلامی شوکت وسطوت کی ذمہ داری بھی تو ان کے سر ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ الحق کے قارئین کو اپنے اس فریضۂ وقت کا احساس ہے، جیسا کہ ادارہ کو موصول ہونے والے سینکڑوں خطوط سے واضح ہے۔ اُمید ہے کہ وہ اس سلسلہ کی مزید مساعی، ترویج و تعارف، حلقۂ افادہ کی وسعت اور اس کے مضامین کو زیادہ سے زیادہ قارئین تک پہنچانے میں پہلے سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے اور عملی اور فکری انقلاب کی اس توسیعی مہم میں اپنی مساعیِ جمیلہ سے ادارہ کو باخبر رکھیں گے۔ واجرہم علی اللہ

اے زندہ و قدوس خدا، اے ارحم الرحمین، اے شہنشاہ رب، اے رب العالمین! ہمارے گناہوں سے درگذر فرما، ہماری کوتاہیوں، تسامحات، کمزوریوں اور فروگذاشتوں کو معاف فرما، ہمارے ضعف و ناتوانی پر رحم فرما، اعمالِ صالحہ کی توفیق نصیب فرما، اپنے دین کی خدمت کے لیے ہمارے دلوں کو مضبوط اور قدموں کو متحرک کر دے، ہماری کلائیوں میں طاقت عنایت فرما، حق کو فتح اور باطل کو شکست دے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

حضرت مولانا حافظ غلام حبیب صاحب نقشبندیؒ کا سانحۂ ارتحال

بالآخر طویل علالت کے بعد پیرِ طریقت حضرت مولانا حافظ غلام حبیب صاحب نقشبندیؒ (چکوال) بھی ۲۱ ستمبر کو صبح نو بجے اس دارِ فانی سے رحلت فرما کر بارگاہِ حبیب میں پہنچ گئے۔ اِنّا للّٰہ واِنّا الیہ راجعون

مرحوم حضرت مولانا فضل علی شاہ صاحبؒ اور مولانا خواجہ محمد عبدالمالک صدیقی صاحب رحمہم اللہ کے ماذون خلیفہ تھے۔ ان بزرگوں کی خدمت اور صحبت نے موصوف کو علمِ سلوک اور طریقت و تصوف کے بلندترین مقام پر پہنچایا۔ مرحوم کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ قرآن سے تقریر و تذکیر کے قائل اور خود اس پر عامل تھے، قرآن کی آیات اور مضامین اس بڑھاپے میں بھی انہیں ازبر اور مستحضر تھے۔ ان کا درسِ قرآن ہو یا درسِ تصوف و طریقت ہو، نجی محفل ہو یا سیاسی رائے ہو، مدرسہ کے طلباء کو نصیحت ہو یا سماجی کاموں میں مشورہ ہو، سفر ہو یا حضر ہو، موقع محل اور حالات کی مناسبت سے قرآنی آیات ان کے وردِ زبان ہوتیں۔ پڑھنے کا انداز اس قدر اچھوتا اور نرالا ہوتا کہ اگر ترجمہ نہ بھی بیان کیا جاتا (جبکہ مرحوم باقاعدہ ہر آیت کا ترجمہ بھی بیان فرما دیتے تھے) تب بھی سامعین کو اس کے مضمون و مفہوم کا آسانی سے ادراک ہو جاتا۔

مرحوم نے ملک و بیرونِ ملک اور پھر دنیا کے آخری کونے تک کے اسفار بڑھاپے میں بھی اس لیے جاری

رکھے کہ اللہ کا قرآن سنایا جاتا رہے، وہ اسی کو وسیلہ ظفر اور آخرت میں ذریعہ نجات سمجھتے تھے۔

چکوال میں وسیع اور شاندار جامع مسجد کی تعمیر، دارالعلوم حنفیہ کی مزید وسعت و ترقی اور نقشبندی سلسلہ میں رجال کار کی تربیت و خلافت، دنیا بھر میں صالحین و ذاکرین کی ایک بہت بڑی تعداد اور صالح اولاد مرحوم کیلئے ایک عظیم توشۂ آخرت اور صدقہ جاریہ ہے۔ مرحوم کے چار بیٹے ہیں جن کی تربیت و اصلاح اور دینی تعلیم پر خود مرحوم نے اپنی زندگی میں بھرپور توجہ دی، خدا کے فضل سے انہیں علم کی دولت بھی نصیب ہوئی۔ مولینا عبدالرحمٰن قاسمی، مولانا عبدالرحیم نقشبندی، مولانا عبدالرؤف، مولانا عبدالقدوس چاروں مرحوم کے صالح فرزند ہیں۔ مرحوم علمی اور روحانی دنیا کے عظیم رہنما اور صاحب طریقت بزرگ تھے۔ ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ برسوں میں بھی پورا نہیں کیا جا سکے گا۔ ادارہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن قاسمی و برادران اور مرحوم کے جملہ متوسلین کے ساتھ غم میں برابر کا شریک ہے اور ان کی طرح تعزیت کا مستحق بھی۔

دعا ہے کہ باری تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمت کے شایانِ شان فضل و کرم اور درجاتِ عالیہ سے نوازے اور کروڑ کروڑ رحمت عطا فرماوے۔ برداللہ مضجعہ ونوراللہ ضریحہ

عبدالقیوم حقانی

ارشادات: شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ ـــــــ ضبط: مولانا قاری محمد عمر علی حقانی ـ ٹل

افادات وملفوظات

بیماریوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں

۱۹ رجب ۱۴۰۱ھ بروز اتوار صبح بنوں سے تین مہمان حاضرِ خدمت ہوئے اور حضرت مولانا صاحبؒ سے ان کی بیٹھک میں ملاقات ہوئی۔ مہمانوں نے صحت کے بارے میں پوچھا حضرتؒ نے فرمایا مختلف امراض ہیں، شوگر ہے، آنکھوں کی بینائی کمزور ہے، ان بیماریوں سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے لیے بھی کفارۂ ذنوب کردے۔ فرمایا ہماری مثال تو چھوٹے بچے کی طرح ہے، روتے ہیں، ماں باپ سے روٹی سالن اور کھٹی کڑوی چیزیں کھانے کے لیے مانگتے ہیں مگر والدین کہتے ہیں کہ بیٹے تو اب تک کھانے کے قابل نہیں صرف دودھ سے گذارہ کر تیرا فائدہ اس میں ہے۔ اسی طرح اللہ پاک اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے (والدین سے ستر گنا زیادہ) جس چیز کی اجازت نہیں دیتے، ہمارا جی چاہتا ہے، ہم کو سمجھ نہیں، چھوٹے بچوں کی طرح اپنی مصلحت پر خبر نہیں۔ اللہ پاک کے ہر کام میں، ہر حکم میں مصلحت وحکمت ہوتی ہے، وہ حکیم ذات ہے، اپنے بندوں کے فائدہ کا لحاظ کرتے ہیں مگر بندے (حکمت) سمجھتے نہیں۔

قبولِ اسلام کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ ہی کا احسان ہے

مہمان دار العلوم اور دار الحفظ دیکھ لینے کے بعد جب حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا بس جو کچھ بھی ہے اللہ پاک کا فضلِ عظیم ہے انسان کا اس میں کچھ دخل نہیں، وہ اپنے دین کا محافظ ہے۔ ہم پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں پیدا فرمایا پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت میں، پھر یہ کہ اپنے دین کی خدمت کے لیے چُنا ہے۔ اگر اللہ پاک ہمیں، گلی، ندیوں کی غلاظت کے کیڑے پیدا فرماتا یا کوئی حیوان بنا دیتا ہمیں کیا اختیار ہوتا، کیا ہم کچھ کرسکتے؟ نہیں نہیں! یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ توفیق دی ہے نماز پڑھ لیتے ہیں، دین کی کچھ خدمت کرلی جاتی ہے ـــــ فرمایا نبی علیہ السلام کے پاس بعض دیہاتی لوگ آئے اور کہا اے پیغمبر! ہمارا آپ پر احسان ہے کہ اور لوگوں نے تو اسلام جہاد کے ذریعہ سے قبول کیا، ہم نے بغیر جھگڑے اور جہاد کے اسلام قبول کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجدی کہ ان کو فرما دیجئے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ تم کو ایمان نصیب کردیا، تم احسان مت جتلاؤ۔ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ

لَا تَمُنُّوا عَلَیَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذمہ دعوت وتبلیغ کا کام تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ۔

اسلام تلوار سے نہیں بلکہ نیک اخلاق سے پھیلا ہے

ہم یہ نہ سمجھیں کہ اسلام قبول کرنا ہمارا کمال ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ اسلام تلوار اور تیر کے زور سے نہیں پھیلا بلکہ اخلاقِ حسنہ، سچائی اور امانت داری سے پھیلا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بستیوں میں جاکر چھوٹی چھوٹی دوکانیں کھول لیتے اور تھوڑا نفع لیتے لوگوں کو بتا دیتے کہ بھائی یہ چیز اس قیمت پر خریدی ہے اور اتنی قیمت پر دیتا ہوں۔ تو لوگ اس امانتداری اور سچائی سے متاثر ہوکر اُن کی عملی تبلیغ سے اسلام قبول کر لیتے۔

دعوت وتبلیغ کا کام عمل صالح سے ہی مؤثر ہوتا ہے

ارشاد فرمایا انڈونیشیا میں غالباً آٹھ صحابہ کرامؓ تجارت کی غرض سے گئے، اُس وقت بہت زیادہ آبادی تھی وہاں کی۔ اُن آٹھ دینداروں نے دوکانیں کھولیں، وہاں کے لوگ آتے سودا خرید کر جاتے۔ تو مشہور ہوا کہ یہاں چند دیندار اور امانتدار اپنی دوکانوں میں اچھی چیزیں رکھتے ہیں اور سستی بھی دیتے ہیں۔ اس شہرت پر سارے لوگ ان کی دوکانوں کی طرف ٹوٹ پڑتے، سودا ان سے خریدتے، جب شہر کے اور دوکانداروں کو یہ حالت معلوم ہوئی اور اُن کی دوکانیں کمزور ہونے لگیں تو سب اکٹھے ہوکر بادشاہِ وقت کے سامنے حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ چند آدمی کسی اور علاقہ سے آئے ہیں، یہاں کے سب لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں، لوگ متاثر ہو رہے ہیں، اگر اُن کو ضلع بدر یا شہر بدر نہ کیا گیا تو تھوڑے دنوں میں تیری سلطنت بگڑ جائے گی، اُکھڑ جائے گی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان چند مسافروں کو اس ملک سے نکال دو، جب شہر کے عام لوگوں کو اِس حکم کا علم ہوا کہ اُن سچے دوکانداروں کو نکال دینے کا حکم دیا گیا ہے تو سب شہر والے لوگ بادشاہ کے سامنے حاضر ہوئے اور اتفاق سے کہا کہ اگر ان آٹھ سچے دوکانداروں کو ملک سے نکالتے ہو تو ہم سب کا بندوبست بھی اُن کے ساتھ کرو، ہم اُن کے ساتھ جائیں گے۔ بادشاہ پر حقیقتِ حال ظاہر ہوئی کہ یہ آٹھ آدمی تو سچے امانت دار مسلمان ہیں، انصاف والے ہیں تو اپنا حکم واپس لے لیا، نہیں نکالا۔ تو ان آٹھ صحیح مسلمانوں کی عملی تبلیغ اور نیک اخلاق وکردار سے ہزاروں لوگ مسلمان ہوئے۔ الغرض دین کی تبلیغ اور خدمت ہر شعبہ میں ہوسکتی ہے اگر کوئی کرنا چاہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی دین کی خدمت کے لیے قبول فرمالے۔

امتحان کا پرچہ

(۳ شعبان ۱۴۱۰ھ) مجلس میں طلباء کے ساتھ امتحان کا ذکر آیا تو حضرت مولانا صاحبؒ نے ارشاد فرمایا ممتحن کو چاہیئے کہ طلباء کی استعداد کے مطابق پرچہ تیار کرے، ایسے سوالات ہوں کہ نہ تو بہت آسان ہوں نہ سخت مشکل، نہ بہت مشہور نہ غیر مشہور بلکہ مناسب طلباء کی صلاحیت کے۔

سفر میں سنت نماز کے متعلق مسئلہ

لاہور کے ایک مخلص خوش نصیب جو حضرت مولانا صاحبؒ سے

نہایت محبت وعقیدت رکھتے تھے اور علماء کرام کی خدمت کرنے میں بہت دلچسپی رکھتے ہیں حضرتؒ کے ملاقات کے لیے بہت آیا کرتے، کبھی کبھی اپنے بچوں کو بھی حصول دعا کی غرض سے لے آتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرتؒ سے پوچھنے لگے حضرت! سفر میں چار رکعت فرض نمازیں تو دو رکعت فرض پڑھنے ہوتے ہیں سنتوں کا کیا حکم ہے؟ مولانا صاحبؒ نے فرمایا سواری زیادہ دیر نہ کھڑی ہوتی ہو جلدی ہو تو صرف فرض نماز پڑھ لینا کافی ہے چار رکعت میں دو رکعت فرض پڑھنے ہوتے ہیں، سنتیں نہ پڑھنے سے عتاب اور ملامت نہ ہوگی، جیسے کہ حضر میں یعنی بغیر سفر کے اگر کوئی سنت نماز نہ پڑھے تو تارک سنت کو عتاب اور ملامت ملے گی۔ ہاں اگر سواری ٹھہرتی ہو، وقت زیادہ ہو کوئی عجلت نہ ہو تو پھر سفر میں سنت نماز پڑھ لینا افضل ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کا آغاز | (۲۳ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ) ایک صاحبؒ نے حضرت مولانا صاحبؒ سے بینائی اور دیگر بدنی امراض کا پوچھا تو حضرتؒ نے فرمایا بڑھاپا خود اُمّ الامراض ہے "وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ۔ (القرآن) جس طرح بچے کو اپنی ماں کبھی اوپر کبھی نیچے کرتی ہے اسی طرح بڑھاپے کا حال ہے، حالات بدلتے رہتے ہیں، فرمایا بیماری دینے والی وہ حکیم ذات ہے اور لینے والی بھی وہ کریم ذات ہے ــــ وہ صاحب بلوچستان کے تھے، انہوں نے اپنے مدرسہ (جو بلوچستان میں قائم کیا تھا) کی ترقی کے لیے دعا کی درخواست کی اور فراخئ اسباب کے لیے وظیفہ پوچھا حضرتؒ نے فرمایا یہ مسجد جس میں ہم بیٹھے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے دین کی خدمت شروع کی، ۵/۶ طلبہ کا کھانا ہمارے گھر پکتا تھا، مدرسہ کا نام نہیں رکھا (بغیر نام کے کام شروع کیا) پھر فضل خداوندی شامل حال ہوتا رہا اور چند سال بعد "تعلیم القرآن" نام ملا، پھر آگے چل کر دارالعلوم حقانیہ کے نام سے مشہور ہوا، یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تھا۔ اپنے دین کی حفاظت اللہ خود کرتے ہیں جس کو چاہیں منتخب کر لیتے ہیں۔ پھر اُس مہمان کو سورۃ القریش بسم اللہ کے ساتھ صبح وشام فراخئ اسباب رزق کے لیے ارشاد فرمایا اور درس و تدریس میں ترقی کے لیے اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ ۹۹ (ننانوے) مرتبہ پڑھنے کا فرمایا۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا اس سلسلہ میں مشہور واقعہ ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

ــــ "دنیا طلب تم مت کرو خود پاؤں میں پڑے گی، عزت سے رہو گے ــ تم طلب کرو گے تو خود پیچھے دوڑو گے، ذلت سے رہو گے ــــ"

افغان عبوری حکومت کے وزیرِ داخلہ مولانا محمد یونس خالص سے انٹرویو

سپر پاورز افغانستان میں اسلامی انقلاب سے لرزاں اور ترساں ہیں

اتباعِ رسول میں کامیابی کی کنجی اور فتح کا راز مضمر ہے

۲۱ ستمبر ۱۹۸۹ء کو افغان مہاجرین کیمپ واقع شمشتو ضلع پشاور میں جمعیۃ طلباء اہلسنت والجماعت افغانستان کے زیرِ اہتمام ایک عظیم تربیتی اجتماع منعقد ہوا جس میں صوبہ سرحد بھر سے دینی مدارس کے طلبہ، جمعیۃ کے کارکنوں، افغان مجاہدین، زعماء جہاد اور افغان راہنماؤں نے شرکت کی۔ دارالعلوم حقانیہ سے بھی سَو سے زائد طلبہ کی جماعت اس اجتماع میں شریک ہوئی۔ صدرِ جمعیۃ کی دعوت پر احقر نے بھی دارالعلوم کے اساتذہ مولانا قاری محمد عباسی، مولانا قاری محمد رمضان اور افغان کمانڈر جناب ولسوال محمد حکیم کی ہمراہی اور معیت میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ ۹ بجے احقر کی تقریر ہوئی جبکہ اس سے قبل سوا سات بجے افغان قیادت کے بزرگ راہنما، حزبِ اسلامی افغانستان کے صدر اور افغان عبوری حکومت کے وزیرِ داخلہ جناب مولانا محمد یونس خالص صاحب سے اُن کی قیامگاہ پر ملاقات ہوئی۔ موصوف مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہٗ کے تلمیذِ خاص اور افغان اتحاد کے پہلے سربراہ ہیں، ان کے بے لوث مساعی اور جہادِ افغانستان میں مؤثر کردار نے اُن کی شخصیت کو مزید نکھار دیا ہے۔ احقر نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور جہادِ افغانستان کی تازہ ترین صورتحال سے متعلق مختصر انٹرویو بھی لے لیا جو وقت کی ضرورت و اہمیت اور افادۂ عامہ کے پیشِ نظر نذرِ قارئین ہے۔ (عبدالقیوم حقانی)

سوال: مسئلہ افغانستان کی تازہ ترین صورتحال میں افغان قیادت، امریکہ، روس اور پاکستان کے کردار اور ترجیحات کی روشنی میں کیا صورتِ واقعہ قرار دی جا سکتی ہے؟

جواب:- افغانستان کا مسئلہ اس وقت بہت ہی نازک اور حساس مرحلہ میں ہے، پوری دنیا کی نظریں اس پر ہیں، سُپر پاورز سیاسی اعتبار سے اس کے مستقبل کو اپنے اپنے دامن سے وابستہ کرنا چاہتی ہیں، مجاہدین نے میدانِ کارزار میں جہاد کی ایک تاریخی روایت قائم کی، اب قائدین کا امتحان ہے۔ افغان مسئلہ سیاسی اعتبار سے بڑا گنجلک اور وہاں پر خالص اسلامی انقلاب اور اسلامی ریاست کے قیام اور استحکام کے اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے، مجاہدین کا ہدف یہی ہے، جہاد اور قربانیوں کا اصل مقصد یہی ہے جبکہ بیرونی طاقتیں امریکہ سمیت روس بھی اور ان کے زیرِ اثر حکومتیں افغانستان میں صحیح اسلامی ریاست کے قیام سے لرزاں و ترساں ہیں اور ان کی اب کی تازہ حکمتِ عملی بھی اس میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔ روس چاہتا ہے کہ

بہرحال بیرونی طاقتیں جہادِ افغانستان کی اصل اساس اور خالص اسلامی اور انقلابی روح پر یلغار کرنا چاہتی ہیں

نجیب افغانستان میں ناکام ہو چکا ہے، نجیب یا کوئی بھی دوسرے کٹھ پتلی افغانستان میں تنہا حکومت نہیں چلا سکتے۔ لہٰذا آئندہ کے نئے انقلاب میں نجیب یا کسی بھی روسی کٹھ پتلی کو حکومت میں حصہ ملنا چاہیئے تاکہ وہ روسی مفادات اور مقاصد کا تحفظ کر سکے اور نئی حکومت کے لیے ہمیشہ ایک مستقل مسئلہ بنا رہے امریکہ کی کوشش بھی یہی ہے کہ افغان مجاہدین انقلاب اور جہاد میں کامیاب ہونے پر تنہا حکومت بنانے کے بجائے ظاہر شاہ قسم کے لوگوں کو بھی اس میں حصہ دار بنایا جائے۔ بہرحال بیرونی طاقتیں جہادِ افغانستان کی اصل اساس اور خالص اسلامی اور انقلابی روح پر یلغار کرنا چاہتی ہیں۔ وہ یہ نہیں چاہتیں کہ افغانستان میں اسلامی نظام کامیاب اور عملاً نافذ ہو کر اس علاقہ کو سکون و امن کا گہوارہ بنا دے۔

سوال:- حکومتِ پاکستان اس نازک اور حساس مرحلے پر مسئلہ کے حل میں کیا لائحہ عمل اختیار کیے ہوئے ہے؟

جواب:- حکومتِ پاکستان کے پاس موجودہ حالات میں اس کا کوئی حل نہیں ہے، وہ تو چکی کے دو پاٹوں میں ہے، ایک طرف بھارت اور روس ہے تو دوسری طرف امریکہ، اب اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے سارا مدار اسی پر ہے۔ بہرحال ہم توقع رکھتے ہیں کہ حکومتِ پاکستان افغان مسئلے کے حل میں ایسا لائحہ عمل اختیار کرے اور ایسا کردار ادا کرے جس سے جہادِ افغانستان کی عظیم قربانیاں رائیگاں نہ ہوں اور خالص اسلامی ریاست کی تشکیل کا مرحلہ آسان ہو سکے۔

سوال:- مجاہدین میں اختلافات اور باہمی منازعت کی خبریں سننے میں آ رہی ہیں، یہ کس حد تک درست ہیں؟

جواب :- اختلاف رائے جب خالص دینی اور اسلامی حدود کے اندر ہو تو قومی فلاح، نظام شریعت کے غلبہ اور اسلامی انقلاب کے اصل اہداف کے حصول کے لیے ہو تو محمود ہے۔ مجاہدین بحمداللہ اول روز سے اسی ہدف اور عظیم مقصد کے حصول کے لیے روسی دشمن سے برسرِ پیکار ہیں۔ البتہ ہاتھ کی پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں، کوئی ریوڑ بھی کالی بھیڑوں سے خالی نہیں ہوتا۔ اگر کچھ لوگ اپنی اغراض تبدیل کرلیں گے، وزارت و اقتدار اور جاہ و منصب کا حصول مقصد بنالیں گے، غیر ملکی ایجنٹی کرکے قومی نوعیت کے حساس مسائل اور جہادِ اسلامی جیسے عظیم کاز کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے تو انہیں خود اپنے عملِ بد کی سزا بھی مل جائے گی، اللہ کریم تو سب کچھ دیکھ رہے ہیں، تاہم مجموعی حیثیت سے بحمداللہ کامیابی کی طرف پیش رفت ہو رہی ہے۔

سوال :- موجودہ پیچیدہ صورتحال میں آپ کی رائے اور عزائم کیا ہیں؟

جواب :- جہادِ اسلامی کو پوری توجہ سے خالص اسلامی اساس پر استوار کیا جائے، کچیاں، خامیاں اور دینی نقطۂ نظر سے کمزوریوں کا بھرپور ازالہ کیا جائے۔ اسلامی حکومت کے غلبہ اور عملاً نظامِ اسلامی کے تنفیذ میں وہی راستے اختیار کیے جائیں جو حضور سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرامؓ نے اختیار کیے تھے۔ محاذِ جنگ کے جرنیلوں، قومی سیاست کے راہنماؤں اور جہاد سپاہیوں کو سنتِ نبویؐ اور طریقِ سنت اور للہیت کا دامن کسی بھی مرحلہ پر ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیئے، فتح کا راز اور کامیابی کی کنجی اسی میں مضمر ہے۔

سوال :- افغان عبوری حکومت کی موجودہ حیثیت اور بین الاقوامی ردِ عمل کے بارے میں ارشاد فرمائیے؟

جواب :- افغان عبوری حکومت کی تشکیل، اتحاد اور اس کا استحکام اہم ترین مسئلہ تھا، بیرونی طاقتیں اور روسی ایجنٹ کبھی یہ نہیں چاہتے تھے کہ مجاہدین یکمشت اور متحد ہوں مگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا، عبوری حکومت کی تشکیل میں کامیابی حاصل رہی۔ اب مرکزی قیادت اور عبوری حکومت کے ذمہ داروں کا یہ فرض ہے کہ وہ کسی بھی عالمی سازش اور دام ہمرنگِ زمین سے خود کو محفوظ رکھنے میں زیرکی، دانائی اور پورے حزم و احتیاط کا مظاہرہ کریں۔ اس کے لیے باہمی اعتماد اور مضبوط اتحاد اور

> اب مرکزی قیادت اور عبوری حکومت کے ذمہ داروں کا یہ فرض ہے کہ وہ کسی بھی عالمی سازش اور دام ہمرنگِ زمین سے خود کو محفوظ رکھنے میں زیرکی، دانائی اور پورے حزم و احتیاط کا مظاہرہ کریں۔

ہمہ دم ارتباط کی ضرورت ہے۔ جب نظم وضبط اور باہمی اعتماد کی قوت مضبوط ہوگی اور خلوص وللّٰہیت ہوگی تو دنیا کی کوئی طاقت اس میں دراڑ نہیں پیدا کر سکے گی۔

سوال: جلال آباد کی تازہ ترین صورتحال کیا ہے؟

جواب: جلال آباد، کابل، قندھار، خوست، غرض مجاہدین مختلف محاذوں پر جنگ لڑ رہے ہیں۔ حالات مایوس کن نہیں امید افزا ہیں تاہم سیاسی طور پر بڑے حزم واحتیاط اور فکر و تدبیر کی ضرورت ہے۔ دشمن بڑا عیّار ہے، مکر وفریب اور دجل وتلبیس کا کوئی موقعہ بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔

دشمن بڑا عیّار ہے مکر وفریب اور دجل وتلبیس کا کوئی موقعہ بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔

سوال: پاکستان نے [illegible] انصار کا کردار ادا کیا ہے، اس بارے میں آپ کے تاثرات کیا ہیں؟

جواب: جی ہاں! پاکستان کے مسلمانوں نے [illegible] تعاون کیا، ہمیں اپنی زمین پر بسایا، پناہ دی، معاونت اور نصرت میں ہر ممکن تعاون کیا، سب ہمارے شکریئے کے مستحق ہیں، بہت اچھا سلوک کیا ہے اور دینی اعتبار سے ہم سب ملتِ واحدہ ہیں ہماری جنگ آپ کی جنگ ہے، آپ کا غم ہمارا غم ہے۔ یہ ہمارا، آپ کا اور تمام عالم اسلام کا دینی فریضہ ہے کہ وہ جہادِ افغانستان کی بھرپور حمایت کریں۔

یہ ہمارا آپ کا اور تمام عالم اسلام کا دینی فریضہ ہے کہ وہ جہادِ افغانستان کی بھرپور حمایت کریں

سوال: حال ہی میں بعض قبائل کی جانب سے جو افغان مجاہدین کی مزاحمت کی جا رہی ہے اس سے جہادِ افغانستان کہاں تک متاثر ہوا ہے؟

جواب: قبائل میں افغان مجاہدین کے خلاف جو تحریک شروع ہے اور وہاں غیر ملکی اشاروں پر چلنے والے بعض مفاد پرست عناصر سادہ لوح مسلمانوں کو جو افغانوں کے خلاف بھڑکا رہے ہیں اس سے جہادِ افغانستان یا مستقبل کے آزاد اسلامی افغانستان کو کوئی نقصان نہیں ہوگا بلکہ اس سے خود پاکستان کو نقصان ہوگا۔ جس ملک میں کرائے کے مزدور پیدا ہو جائیں، غیروں کے وفادار پیدا ہوں گے تو وہ ملک تباہ ہو جائے گا۔ یہ سب کچھ روسی اشارہ پر کیا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ افغانستان میں آزاد اسلامی ریاست قائم ہو کر رہے گی، مگر حالیہ خطرناک قبائلی تحریک سے پاکستان کو نقصان ہوگا۔

سوال:۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ ....

جواب:۔ آپ نے کیا مبارک ذکر چھیڑا اللہ اللہ! کیا عجیب انسان تھے، ان کی ذات اتمام حجت تھی علوم کے بحرِ ذخار تھے، عظیم محدث تھے، اصل مجاہدِ کبیر وہی تھے۔ جہادِ افغانستان میں ان کے تلامذہ، متوسلین اور معتقدین نے جو کردار ادا کیا ہے اور جس طرح انہوں نے افغان مجاہدین کی سرپرستی، حمایت، بھرپور راہنمائی اور افرادی قوت بلکہ محاذِ جنگ کی فعال قیادت مہیا کی ہے، جہاد کی سطح پر یہ اُن کا ایسا امتیاز اور اختصاص ہے کہ دُوسرا اس سعادت میں ان کا شریک اور سہیم نہیں۔

میں نے حضرت شیخ الحدیثؒ سے مختصر المعانی پڑھی تھی، صدرا بھی پڑھی تھی، فنون کی اعلیٰ کتابیں بھی پڑھیں اور دورۂ حدیث شریف بھی اُن سے پڑھا تھا۔ مسلم شریف اور بخاری شریف کا کچھ حصہ اور ترمذی شریف بھی ان سے پڑھی تھی۔ فراغت کے بعد جب بھی ہم اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے بڑی شفقت اور ہمت افزائی فرماتے، ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کی عظمت کی کیا یہ کوئی کم دلیل ہے کہ اس وقت سرحد کے وزیرِ اعلیٰ نصراللہ خٹک نے آپ کے مقابلہ میں قومی اسمبلی کی سیٹ پر شکست کھائی تو وزیرِ اعظم کے استفسار پر اس نے کہا جناب! شکست کھانا تو میرا مقدر تھا کہ میرا مقابلہ وقت کے پیغمبر سے تھا۔ (العیاذ باللہ)

جہادِ افغانستان میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز کا کردار ۔۔۔۔

حضرت شیخ الحدیثؒ گاہے گاہے نقدی بھی ارسال فرماتے، محاذِ جنگ پر بھی آپ مجاہدین کے لیے رقم بھیجا کرتے تھے، جب ملاقات ہوتی تب بھی خصوصیت سے اپنے ہاتھوں سے نقدی مرحمت فرماتے ہم اسے تبرک سمجھ کر لے لیتے اور پھر واقعۃً بھی عملی میدان میں اس کے بڑے برکات وثمرات ظاہر ہوتے۔

مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ ایک عظیم علمی درسگاہ ہے مگر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ نے اسے جہادِ افغانستان کی چھاؤنی بنا دیا ہے۔ افغانستان کا ہر مجاہد، ہر سپاہی، ہر کارکن، شہری اور بچہ بچہ ان کا ممنون ہے کہ ان کی مساعی توجہ اور فیض و برکت سے علم و معرفت کا سلسلہ چلا اور جہاد کے جذبات کی انگیخت ہوئی۔ مجاہدین کا لازوال تاریخی کردار اور مخلصانہ اعمال حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز کے لیے عظیم صدقہ جاریہ ہیں۔

نزلہ و زکام
جوشینا سے آرام
جوشینا
صدیوں کی آزمودہ اور چنیدہ نباتات کے نہایت موثر، کافی وشافی
اجزا حاصل کرنا کمالِ فن ہے، دواسازی کی عظمت ہے۔ ہمدرد میں ماہرینِ فن
اس عظمت اور خدمت میں ہمہ دم اور ہمہ جہت مصروف ہیں۔
ہمدرد کی فنّی محنت اور دواسازی
کی صلاحیت کا ایک مظہر ہے
جوشینا
نزلہ و زکام ۔ جوشینا سے آرام
کھانسی اور سینے کی جکڑن کا موثر علاج
ہمدرد
آوازِ اخلاق
خدمتِ خلق رُوحِ اخلاق ہے
ADARTS
JOS-1-88

شاتمِ رسول کا شرعی حکم

قرآن و حدیث اور اجماعِ اُمّت کی روشنی میں

سب و شتم کا معنیٰ اور اس کا شرعی حکم

عربی لغت میں سَب کا معنیٰ یہ ہے کہ "کسی چیز کے بارہ میں ایسے کلمات کہے جائیں جن سے اس چیز میں عیب، نقص پیدا ہو سکے" (مرقاۃ)

اور یہ معنیٰ اور مفہوم عُرف کے اعتبار سے ہوگا، عُرف میں جس کلمے سے عیب اور ذلّت مراد ہو سکے وہ سَب و شتم ہی ہوگا۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے "جو کلام عرف میں نقص، عیب، طعن کے لیے بولی جاتی ہو وہ سَب و شتم ہے" (الصارم صفحہ ۵۳۴)

اور یہی معنیٰ خود حدیثِ قدسی میں مراد لیا گیا ہے، حضور سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے :-

_____ "آدم کا بیٹا مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اُسے یہ حق نہیں پہنچتا اور میری گستاخی کرتا ہے۔ مجھے جھٹلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز دوبارہ اسی حالت میں پیدا نہ فرمائے گا، حالانکہ اس کا پہلی بار پیدا کرنا مجھ پر اس کے دوبارہ پیدا کرنے سے آسان نہیں۔ (جب کچھ بھی نہ تھا تو پیدا کر دیا، اب تو اس کا بدن، اس کے ذرّات سب موجود ہوں گے یہ تو اس سے آسان ہوگا) اور جو میری گستاخی کرتا ہے وہ اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے اولاد بنائی ہے حالانکہ میں وہ یکتا و بے نیاز ہوں کہ نہ تو میں نے کسی کو جنا اور نہ میں کسی سے پیدا ہوا اور میرا کوئی برابر کا نہیں _____"

ایک دوسرے ارشاد میں فرمایا کہ :-

_____ "ابنِ آدم مجھے ستاتا ہے یوں کہ زمانے کو گالی دیتا ہے، بُرا بھلا کہتا ہے، حالانکہ زمانہ تو میں خود ہوں یعنی سارا نظام تو میرے ہاتھ میں ہے، میں ہی رات اور دن کو پلٹتا رہتا ہوں _____"

ان دونوں ارشادات سے یہ معلوم ہُوا کہ خداوند قدوس سبحانہ وتعالیٰ کی شانِ اقدس میں کوئی ایسی بات کہنی، ایسا عقیدہ رکھنا جو اس کی توحید ذاتی، صفاتی کے خلاف ہو، یہ سَبّ وشتم ہی کہلائے گا۔ عام محاورہ میں جو گالی گلوچ کا مطلب لیا جاتا ہے یہ تو کوئی بہت ہی بڑا ملعون اور بدبخت ہی کہہ سکے گا۔

قرآن عزیز اور سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سَبّ وشتم سے منع فرمایا ہے حتّٰی کہ چارپایوں کو بھی گالی دینا، اموات کو بُرا بھلا کہنا، ان سب عادات سے روکا ہے، کسی بھی مسلمان کو گالی دینا فسق فرمایا ہے :۔

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ (ترجمہ) مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

حتّٰی کہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کو گالی دینے سے منع فرمایا ہے:۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۔ (الانعام ۱۰۸) اور گالی نہ دو اُن کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا ورنہ وہ بے سمجھی سے زیادتی کرکے اللہ تعالیٰ کو بُرا کہیں گے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو تنبیہ فرمایا ہے کہ تم اُن لوگوں کو گالی گلوچ نہ دو جو کہ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو پکارتے ہیں، ان کی عبادت کرتے ہیں ورنہ وہ انتقامی جواب دیتے ہوئے تمہارے معبودِ حقیقی اللہ سُبحانہ وتعالیٰ کی شانِ اقدس میں زبان درازی کر جائیں گے۔ تو اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ تم خود اپنے معبودِ حقیقی اللہ سُبحانہ وتعالیٰ کے حق میں یہ کہلوانے کا سبب بن گئے۔ جیسا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ :۔

"تم اپنے باپوں کو گالی نہ دو۔ اس پر عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کوئی اپنے باپ کو بھی گالی دیتا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا جب وہ کسی کے باپ کو گالی دے گا تو وہ بھی انتقامی طور پر اس کے باپ کو گالی دے گا، گویا یہ خود اپنے باپ کو گالی دلوانے کا سبب بن گیا۔"

فقہ اسلامی میں سَبّ وشتم کرنے والوں کی اقسام اور ان کی سزاؤں کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں صرف اتنی عرض ہے کہ جس نبیٔ رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کی پرستش کرنے والوں کو بھی گالی دینے سے منع فرمایا ہے، ایسے مقدّس اور مطہر سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لب کشائی نہ صرف دینی جرم ہے بلکہ اخلاقی طور پر بھی سب سے بڑا جرم ہے۔

(ف) سَبّ وشتم کی تشریح سے یہ بات تو واضح ہو گئی کہ جس کلمے سے اشارۃً بھی گستاخی کا ظہور ہو وہ کہنا جرم ہے۔

حتّٰی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب مدینہ کو یثرب کہنے والا بھی توبہ کرے اور صدقہ دے تاکہ یہ غیر ارادی بے ادبی بھی معاف ہو جائے۔ (تذکرہ دیارِ حبیب)

اُمتِ محمدیہ کا اجماع جو مسلمان کسی بھی طریقہ پر سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور گستاخی کا

مرتکب ہوگا وہ کافر ہو جائے گا اُس کے کفر پر سب ائمہ کا اجماع ہے۔

قال القاضی عیاض اجمعت الائمۃ علی قتل منتقصہ من المسلمین وسابہ وکذلک عن غیر واحد الاجماع علی قتلہ وتکفیرہ۔

قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ تمام امت کا اس امر پر اجماع ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرنے والے اور گستاخی کرنے والے مسلمان کو قتل کر دیا جائے اور اسی طرح سب کا اجماع ہے کہ وہ کافر ہو گیا۔

قال الامام اسحٰق بن راھویہ احد الائمۃ الاعلام اجمع المسلمون علی ان من سَبَّ اللہَ اَوْسَبَّ رَسُوْلَہٗ صلی اللہ علیہ وسلم اودفع شیئاً مما انزل اللہ عزوجل اوقتل نبیاً من انبیاء اللہ عزوجل فانہٗ کافر بذلک وان کان مقرا ما انزل اللہ۔

امام اسحاق بن راہویہؒ نے (جو بہت بڑے امام اور عالم ہیں) یہ کہا ہے کہ جس نے اللہ تعالےٰ یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کی یا اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام میں سے کسی کا انکار کیا یا کسی سچے نبی علیہ السلام کو قتل کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اگرچہ باقی سب احکام کو مانتا ہو۔

قال الخطابی لااعلم اَحَدًا مّن المسلمین اختلاف فِیْ وجوب قتلہ۔

خطابی نے کہا ہے کہ اہلِ اسلام میں سے کسی نے بھی اس کے قتل کرنے سے اختلاف نہیں۔

وقال محمد بن سحنون اجمع العلماء علی ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمنتقص لہٗ کافر والوعید جاء علیہ بعذاب اللہ لہٗ وحکمہ عند الائمۃ القتل ومن شک فی کفرہ وعذابہ کفر

امام محمد بن سحنون نے کہا ہے کہ سب علماء کا اس امر پر اجماع ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا شاتم کافر ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اور امت کے ہاں وہ واجب القتل ہے جو آدمی اس کے کفر میں شک کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

ان الساب ان کان مسلماً فانہٗ یکفر ویقتل بلاخلاف وھو مذھب الائمۃ الاربعۃ (الصارم ص)

اگر وہ گستاخ مسلمان ہے تو کافر ہو جائے گا اور اُسے قتل کر دیا جائے گا، یہی چاروں ائمہ (امام ابو حنیفہ، امام مالکؒ، امام شافعی امام احمد بن حنبل علیہم الرحمۃ) کا مذہب ہے۔

بلکہ امت کا اجماع اس بات پر بھی ہے کہ اگر کسی بدبخت نے توہین کرتے ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک کو میلا کہہ دیا تو وہ بھی کافر ہے اور واجب القتل ہے۔

وروی ابن وھب عن مالک من قال ان

اگر کسی گستاخ نے بطورِ عیب اور بے عزتی کے یہ کہا کہ

رداء النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم وروی بردہ وسخ واراد بہ عیبہ قتل ۔ (الصارم ص۵۲۹)	حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک میلی تھی تو وہ بھی واجب القتل ہے ۔

چند تاریخی واقعات اگرچہ سب کتب تفسیر، حدیث اور فقہ میں ایسے بدبخت کے لیے احکام موجود ہیں مگر بعض علماء کرام اور ائمہ عظام نے ادھر خصوصی توجہ فرماکر اس جرم کے مرتکب کے لیے مستقل کتابیں تالیف فرمائی ہیں ، جیسا کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے الشفاء (جس کی تشریح پہلے گذر چکی ہے) میں یہ فرمایا ہے کہ :-

اجمع عوام اھل العلم علی ان مَنْ سَبَّ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم یُقتَلُ ...... وحکمہ عند الامّۃ کالزندیق ..... ومن شک فی کفرہ و عذابہ کفر ۔ (الشفاء ج۲ ص۱۹۱)	تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو کوئی حضور سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے گا اُسے قتل کردیا جائے گا اور وہ امت کے ہاں زندیق ہے ..... اور جو اسکے کفر اور عذاب میں شک کرے گا وہ بھی کافر ہوجائے گا ۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے چند تاریخی واقعات بیان فرمائے ہیں :-

(۱) خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کو سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں عن صاحبکم کہنے کی وجہ سے قتل کر ڈالا تھا ۔

یعنی ___ بجائے اس کے کہ وہ یوں کہتا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اُس نے یوں کہا تمہارے ساتھی کی یہ بات ہے : بجائے رسول اللہ کے ساتھی کہنا گستاخی ہے ۔

(۲) اندلس کے ایک مُلحد نے ایک مناظرہ میں سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں تمسخر اور استہزاء کرتے ہوئے آپ کو یتیم حضرت علی رض کا خُسر کہا ، اور یہ بھی کہا کہ چونکہ آپ مادّی طور پر قلاش اور مفلس[1] تھے اس لیے بھوکے رہے ، اگر آپ کی طاقت ہوتی تو دنیاوی لذائذ خوب اڑاتے وغیرہا ___ اس گندہ دہنی پر اندلس کے سب فقہاء اور علماء نے اسس کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا ۔

(۳) قیروان کے ایک شاعر نے اپنی نظموں میں سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استخفاف کیا تو تمام فقہاء نے اجماعی طور پر اسکے قتل کا حکم دیا ، اُسے پہلے چھریوں کے ساتھ زخمی کیا گیا پھر صلیب پر اُلٹا لٹکایا گیا پھر اتار کر جلا دیا گیا ۔ (الشفاء جلد۲ ص۱۹۲)

اسی واقعہ کے بعض مؤرخوں نے کہا ہے کہ جب صلیب سے اس کی لاش زمین پر پھینکی گئی تو خود بخود اس کا چہرہ

---

[1] سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا نہ کہ اضطراری ، اگر آپ چاہتے تو سارا مکہ سونے چاندی میں تبدیل ہوتا ۔ (از افادات حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ)

رقبلہ سے مڑ گیا، اتنے میں ایک کتے نے آ کر اُس کی لاش سے رستے والے خون کو چاٹ لیا۔
اُس وقت کے عظیم محدث یحییٰ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ارشادِ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ کسی مومن کے خون کو کتا نہیں چاٹ سکتا۔ (معلوم ہوا یہ کافر ہے) ۔ (الشفاء جلد ۱ ص۱۹۲)

(۴) اسی طرح امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک ذمی نے ایسی گستاخی کی تھی تو اسے قتل کیا گیا۔
امام ابن تیمیہؒ نے اس موضوع پر ایک مفصل کتاب لکھی ہے جس کا نام الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے، یہ کتاب ایک جامع اور مدلل کتاب ہے۔ برصغیر میں پہلی بار دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن نے اس کی اشاعت کا شرف حاصل کیا۔ یہ کتاب ۶۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ بعد میں آنے والے تقریباً تمام فقہاء نے اس مسئلہ پر اس سے راہنمائی حاصل کی ہے۔ دورِ آخر کے حنفی فقیہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کا وہ نسخہ بھی دیکھا ہے جو حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ہے۔ (شامی جلد ۳ ص۴۰۲)

بہتر ہے کہ اس کتاب کی وجہ تالیف پر بھی کچھ روشنی ڈالی جائے ۔

"سویدا کے ایک عیسائی نے جس کا نام عساف تھا، سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گندہ دہنی کا مظاہرہ کیا اور اس کے بعد ابن احمد بن کے ہاں جا کر پناہ طلب کر لی جو کہ آل علی کا امیر تھا۔ لیکن امام ابن تیمیہ اور شیخ زین الدین فاروقی (رحمہم اللہ) نے اسلامی حکومت کے وزیر اعظم عزالدین ایبک کے پاس جا کر سارا ماجرا سنا دیا۔ چنانچہ عزالدین نے وہ عیسائی ان کے حوالہ کر دیا۔ راستہ میں مسلمانوں نے اُسے پتھروں سے مارا، جس پر اس عیسائی نے عزالدین کے پاس جا کر فریاد کی تو اُس نے امام ابن تیمیہ اور زین الدین فاروقی (رحمہم اللہ) دونوں کو قید کر ڈالا اور وہ عیسائی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا، جس پر عزالدین نے اس کو امن دے دیا۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات کو جیل سے آزاد کر دیا مگر وہ عیسائی شام سے حجاز آ رہا تھا کہ مدینہ منورہ کے قریب اُسے اس کے بھتیجے نے قتل کر دیا۔ چونکہ اُس وقت کی حکومت نے اس ذمی کے اسلام لے آنے کی وجہ سے اُس کے اس جرمِ عظیم کو معاف کر دیا تھا اس لیے امام ابن تیمیہؒ نے یہ عظیم کتاب لکھی جس میں یہ ثابت کیا کہ ایسے گندہ دہن گستاخ کی توبہ قبول نہیں ہوتی ۔"

شرعی فیصلہ کا خلاصہ جب کوئی مسلمان خداوند قدوس کی شان میں یا انبیاء علیہم السلام کی شان میں یا حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کا ارتکاب کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے، جس کے کفر پر سب ائمہ اور فقہاء کا اجماع ہے۔

قرآنی آیات کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ بقول علامہ ابن القیم علیہ الرحمہ گیارہ احادیث سے اس کا کفر ثابت ہے

اس کے کافر ہونے اور واجب القتل ہونے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں، البتہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر وہ توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہے یا کہ نہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں، اسے ہر حال میں قتل کر دیا جائے۔ انکے دلائل کتاب الشفاء اور الصارم المسلول میں مذکور ہیں ـــ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جا سکتی ہے، جس کے دلائل السیف المسلول نامی کتاب میں مذکور ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول ہے۔ بلکہ بعض فقہاء مثلاً علامہ کاسانی حنفی (م ۵۸۷ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے البدائع والصنائع میں فرمایا ہے کہ بہتر ہے کہ اُسے توبہ کے لیے کہا جائے اور تین دن مہلت دی جائے، اگر وہ توبہ کر لے تو اسے قتل نہ کیا جائے اور اس کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے جو کسی مُرتد کے اسلام لانے کے بعد کیا جاتا ہے، اور اگر توبہ نہ کرے تو اُسے قتل کر دیا جائے۔ اگر توبہ کے بعد وہ اصلاح پذیر ہو جائے اور ان اقوال اور اعمال سے کنارہ کر کے اپنے اعمال اور اقوال سے اپنے آپ کو سچا کھرا محمدی مسلمان ثابت کرے تو بہتر ورنہ اُسے پھر قتل کر دیا جائے۔ یہی حکم سلطنت عثمانیہ حنفیہ کے سابق فرمانروا سلطان سلیمان خان مرحوم نے ۹۴۴ھ میں اپنی مملکت کے تمام قاضیوں[1] کو بھیجا تھا۔

اسی طرح اگر کسی نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور گستاخی کو اپنا شیوہ بنا لیا ہو تو وہ بھی قتل کر دیا جائے، اگر وہ بدبخت عورت ہی کیوں نہ ہو۔ علامہ شامی[2] رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ـــ آجکل اسی پر فتویٰ دیا جائے۔

اسی طرح اگر کسی نے نشے کی حالت میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کے کلمات کہے تو اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔

چونکہ اسلام تمام انبیاء علیہم السلام کے تقدس اور ان کی عظمت کا محافظ ہے، اس لیے اگر کوئی بدبخت، کسی بھی نبی علیہ السلام کی توہین کرے گا تو بھی اسے قتل کر دیا جائے گا جیسا کہ ـــ بکر نامی ایک یہودی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں کہا تھا کہ آپ گناہ کی پیداوار ہیں (نعوذ باللہ منہ) تو دولتِ عثمانیہ کے مفتی ابوالسعودؒ نے اسے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا ـــ (رسائل شامی)

(اسی طرح اگر کوئی بدبخت کسی ایک سچے نبی کا انکار کرے یا کسی نبی علیہ السلام کی عصمت پر حملہ کرے یا کسی نبی علیہ السلام کے طرزِ حیات کو غلط کہے وہ کافر ہو جائے گا۔ (رسائل شامی ص ۳۲۵)

---

[1] تنبیہ الولاۃ والحکام ص ۳۴۸ [2] شامی جلد ۳ ص ۴۰۲

فرقِ باطلہ کا تعاقب

جناب چوہدری رستم علی

فتنۂ قادیانیت کا خاتمہ کیوں اور کس طرح ممکن ہے؟

ہندوستان میں برطانوی سامراج کی آمد کے بعد اسلامیانِ ہند کو کئی طرح کے معاشی، سیاسی، معاشرتی اور دینی مسائل سے دوچار ہونا پڑا۔ اس پرآشوب دورِ حکومت میں بہت سے سیاسی اور دینی طالع آزما پیدا ہوئے انہوں نے ذاتی اغراض، جاہ پسندی، حرصِ زر اور غیر ملکی آقاؤں کی خوشنودی اور ان کی حکومت کے استحکام کے لئے دین و دنیا کا سودا کیا۔ ان بے ضمیر افراد میں قادیان کے ایک رئیس زادے کا نام سرفہرست آتا ہے جس نے برطانیہ کی سیاسی خدمت کے لئے دینِ اسلام کی اقدار کو پامال کیا۔ اور اپنی خاندانی غداریوں کو اجاگر کر کے اپنے اسلاف سے بڑھ چڑھ کر سامراج کی خدمت گذاری کے دعوے کئے۔

اس دینی غدار اور ملت فروش کا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا جس نے احمدیت کے نام سے تحریک چلا کر ہندوستان میں ایک مستقل فتنہ کی بنیاد رکھی۔ مذہبی لحاظ سے قادیانی تحریک بہائیت کا ہندی ایڈیشن ہے اور سیاسی لحاظ سے سامراجی اطاعت کیشی کی آئینہ دار ہے۔ اس اسلام دشمن تحریک کو برطانوی سامراج نے آب و دانہ مہیا کیا اور یہودی آقاؤں نے پروان چڑھایا۔ مرزا قادیانی نے مصلح، مجدد، مہدی، مسیح موعود، نبی و رسول، موعود اقوامِ عالم، کرشن وغیرہ دعووں کا ملغوبہ تیار کر کے اپنی ذات کو ان کے گرد گھمایا۔ خدا سے وحی پانے کا سوانگ رچایا۔ ہندوستان کی کوکھ سے جنم لینے والے مذاہب ہندومت، بدھ مت، سکھ مت وغیرہ پر تنقید کی۔ ان کے بانیوں اور مبلغوں کو سب و شتم کا نشانہ بنایا۔ عیسائیت اور عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف بکواسات کا طومار باندھا۔ جہاد کی تنسیخ، برطانیہ کی اطاعت، اسلامی حکومتوں کی پامالی اور تباہی کے اعلان کئے ۱۸۸۰ء کے لگ بھگ اس نے مذہب کے نام پر کاروبار شروع کیا۔ وہ ۱۹۰۸ء میں اس کی وفات تک ایک فتنہ کا روپ دھار چکا تھا۔ کئی ایمان فروش، مذہبی دیوانے، اقتدار اور شہرت کے پرستار اور غیر ملکی آقاؤں کے اطاعت کیش قادیانیت سے وابستہ ہو گئے۔

بھیرہ کے حکیم نورالدین کے چھ سالہ دور میں تحریک نے اسلامی ممالک میں اپنے اثرات پھیلانے کی

کوشش کی۔ اور لندن میں اپنا مرکز قائم کیا تاکہ جعلی نبوت کو براہ راست سرکاری سرپرستی میں آگے بڑھایا جائے۔
قادیانیت کی اصل جڑیں مرزا قادیان کے بیٹے مرزا محمود احمد کے دور میں پھیلائیں۔ مرزا محمود نے اس عظیم سیاسی سازش کے لئے برطانیہ سے مستقل ساز باز کی۔ ان کے ساتھ زبردست سیاسی تعاون کیا تاکہ قادیانیت ایک مستقل دین کے طور پر پروان چڑھے۔ اور جماعت مالی لحاظ سے اتنی مستحکم ہو کہ خود کار ترقی کر سکے۔

انگریز نے مسلمانوں کے معاشی اور سیاسی مفادات کا ایک بڑا حصہ قادیانیوں پر نچھاور کیا اور ان کی وفاداریوں کو اپنے جابرانہ غلبے کے لئے استعمال کیا۔ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۴۷ء تک قادیانیت نے ایک ایسی شکل اختیار کر لی کہ اس کا اپنا نبی و رسول تھا۔ دنیا کے لاکھوں مسلمان کافر اور اس کو نبی نہ ماننے کی وجہ سے جہنمی تھے۔ خاندانِ نبوت، صحابہ، تابعین، ام المومنین، بہشتی مقبرہ، ظلی حج، مسجد اقصیٰ، مجموعہ الہامات وحی غرضیکہ ایک مستقل امت کے جملہ لوازم موجود تھے۔ برطانیہ اور صیہونیت کی سیاسی سرپرستی تھی اور لاکھوں روپے کی املاک صدر انجمن احمدیہ کے نام تھیں۔ اس طرح قادیانیت ایک گھناؤنی سازش کے تحت پروان چڑھتی رہی۔

اس سازش کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں نے جو طریقہ اختیار کیا وہ زیادہ مؤثر نہ تھا۔ ابتداء میں اس سراسر سیاسی سازش کو دینی ارتداد کی تحریک سمجھ کر مناظرے، مجادلے اور مباحثے کئے گئے بلکہ قادیانیوں نے بڑے زور شور سے اس روش کو اپنایا جس کے باعث اس فتنہ کی حقیقی صورت پوشیدہ رہی ۱۹۰۱ء سے ۱۹۳۰ء تک ہمیں مذہبی مباحث زیادہ اور سیاسی محاسبہ کم ملتا ہے۔ ۱۹۳۰ء کے لگ بھگ قادیانیوں کی سیاسی سازشیں عیاں ہو گئیں۔ آزادی کی تحریکوں کی مخالفت۔ انگریز کی سیاسی خدمات۔ قادیانی مبلغوں کی جاسوسی اور برطانیہ کے لئے خصوصی کارروائیاں اور خاص طور پر سامراجی اشارے پر تحریک کشمیر میں مرزا محمود کی شمولیت سے یہ بات روشن ہو گئی کہ قادیانیت برطانوی سامراج کی داشتہ اور ساختہ پرداختہ سیاسی ایجنسی ہے۔ مجلس احرار اسلام نے ۱۹۳۰ء سے ۱۹۴۷ء تک اس فتنہ کی سرکوبی میں نمایاں حصہ لیا اور ۱۹۴۷ء کے بعد ان کی اور دیگر اسلامی جماعتوں کی مساعی کے نتیجے میں ۱۹۵۳ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور ان کی سیاسی سازشوں کے خاتمے کی جدوجہد کا آغاز ہوا۔ ایک طویل اور صبر آزما دور کے بعد ۱۹۷۴ء میں آئینی ترمیم ہوئی اور ۱۹۸۴ء میں ان کی خلاف اسلام سرگرمیوں کو روکنے کا آرڈیننس جاری ہوا جس سے مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابر کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

ہم ان محرکات کی نشاندہی کریں گے جس کے باعث قادیانیت نے ترقی کی تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس اسلام دشمن تحریک کے پھلنے پھولنے میں بہت سے عناصر نے حصہ لیا۔ اور اس خود کاشتہ پودے کو تناور درخت

بتایا۔ اب جب کہ یہ ایک مستقل فتنہ کی صورت اختیار کر گیا ہے اس کو کونسی طاقتیں برسر اقتدار رکھ رہی ہیں اور ان کے کیا مقاصد ہیں؟ اس تحریک میں بڑھنے پھولنے کے خود اپنے طور پر کتنے امکانات ہیں؟ اور مستقبل میں اس سے کیا خطرات درپیش ہوں گے۔

قادیانیت کو سامراجی اور یہودی سرپرستی کا حاصل ہونا ایک منطقی امر ہے موجودہ دور میں اس تحریک کو فروغ دے کر مندرجہ ذیل مقاصد کی تکمیل کی جارہی ہے۔

۱۔ اسلام کی ابھرتی ہوئی تحریکات کو دبانا اور حقیقی اسلام کی صورت کو مسخ کرنا۔

۲۔ اسلامی بنیاد پرستی Fundamentalism کا مقابلہ کرنا۔

۳۔ افریقہ میں قادیانیت استعمار اور اسرائیل کا اڈہ Out post ہے اس کی ترقی سے سامراجی طاقتوں کا اثر و نفوذ قائم رہتا ہے اور افریقی ممالک میں ابھرنے والا اسلام قادیانیت کی شاہراہ پر رواں دواں ہو کر صیہونیت کے غلبہ کے لئے ممد و معاون ہوگا۔

۴۔ اسرائیل میں قادیانی مشن عرب ممالک میں سیاسی مقاصد کے لئے کام کر رہا ہے اور فلسطینی مسلمانوں میں ارتداد کے کانٹے بو رہا ہے۔

۵۔ اسلامی عقائد میں باطل خیالات کی آمیزش اور اس کے فلسفہ و فکر میں قادیانی تاویلات و تشریحات کی ملاوٹ کی جارہی ہے۔

مغربی طاقتوں کی خفیہ ایجنسیاں اور ادارے نامعلوم طریقوں سے قادیانیوں کی سرپرستی میں مصروف ہیں۔ مرزا طاہر احمد لندن میں بیٹھ کر لاکھوں روپے اکٹھے کر رہا ہے۔ تبلیغی "مشنوں، لٹریچر اور مبلغوں کا ایک جال بچھایا جارہا ہے۔ اس وقت قادیانی بجٹ میں اس قدر اضافہ ہو چکا ہے کہ مرزا طاہر اس کو ظاہر بھی کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ۱۹۸۶، ۱۹۸۷ء کے بعد تحریک جدید کے بجٹ کا اعلان بھی بند کر دیا گیا ہے جو کئی کروڑ روپے بتایا جاتا ہے۔ قادیانی جماعت کی تعداد کے لحاظ سے اتنا بڑا بجٹ ناقابل فہم ہے؟ ۱۹۸۴ء میں صدارتی آرڈی ننس کے اجراء کے بعد قادیانیوں نے مغربی دنیا میں پاکستان، سابقہ ضیا حکومت اور علمائے کرام کے خلاف بے پناہ لٹریچر شائع کیا ہے اور انسانی حقوق Human Rights اور مذہبی آزادی Religious Freedom کے نام پر سینکڑوں، قادیانیوں نے مغربی جرمنی۔ امریکہ۔ برطانیہ اور کینیڈا وغیرہ میں پناہ لے رکھی ہے۔ اور "تبلیغی" مراکز قائم کئے ہیں۔ امریکہ نے پاکستان کو دی جانے والی امداد میں قادیانیوں کے متعلق آرڈی ننس کی تنسیخ جیسے معاملات کو شامل کرنے کی کوشش کی۔ اور امریکہ اور یورپ کی یہودی تنظیموں اور صیہونی لابی اور پریس نے قادیانیت کی جس طور پر پذیرائی کی ہے اس سے صاف عیاں

ہوتا ہے کہ ان کے بعض مقاصد ایسے ہیں جن کی تکمیل کے لئے وہ اس تحریک کے قیام و ترقی کے خواہاں ہیں۔ ان کی غیر معمولی دلچسپی اور مرزا طاہر احمد، مرزا مظفر احمد (ایم ایم احمد) ڈاکٹر عبدالسلام وغیرہ سے عالمی طاقتوں اور ایجنسیوں کے تعلقات اور تعاون کے وعدے اس خطرے کی وسعت Demensim کو واضح کرتے ہیں۔

ان حالات میں مسلمانوں کو کیا حکمت عملی اختیار کرنی چاہئے اور اس فتنہ کے خاتمے کے لئے جس کو اندرون ملک بعض عناصر کی شہ اور بیرون ملک بعض طاقتوں کی سرپرستی حاصل ہے کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ ان کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے۔

۱- قادیانیت کے حقیقی خدو خال واضح کرنے کے لئے ٹھوس، جامع اور موجودہ تحقیقی بنیادوں پر انگریزی اور عربی میں مواد تیار کرانا چاہئے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت ایسا کوئی مواد شائع نہیں کر سکی جو بیرونی دنیا کو اپیل کرے۔ پرانا لٹریچر، مرزا کی شخصیت، پیش گوئیاں وغیرہ عوام الناس کو متاثر کر سکتا ہے۔ موجودہ پڑھے لکھے طبقے کو مستند حوالوں سے مرتب کئے گئے مواد کی ضرورت ہے۔ اس مواد کا عظیم ذخیرہ انڈیا آفس لائبریری لندن اور دیگر یورپی یونیورسٹیوں میں موجود ہے۔ ہندوستان میں نیشنل آرکائیو Archive وغیرہ میں نہایت قیمتی ماخذات موجود ہیں جن سے قطعاً استفادہ نہیں کیا گیا اس مواد کا منظر عام پر لانا لازمی ہے۔

۲- اہل قلم حضرات اور علمائے کرام پر مشتمل ایک پینل Panel بنایا جائے جو موجودہ حالات اور ضروریات کے مطابق مختلف زبانوں میں مختصر پمفلٹ تیار کرے جو وسیع پیمانے پر پھیلائے جائیں۔

۳- اسلامی تنظیم OIC، ایشیا، افریقہ اور یورپ کے اسلامی مراکز، موتمر عالم اسلامی اور دیگر اسلامی اداروں کو ایک لائحہ عمل مرتب کرنا چاہئے جس کی بنیاد پر قادیانیوں کی سرگرمیوں کو طشت از بام کیا جائے۔

۴- قادیانی فتنہ کے آغاز میں کئی رسائل وجرائد نے نمایاں طور پر کام کیا اور جوابی لٹریچر شائع کیا ان رسائل وجرائد کی فائلیں ہماری تاریخ کا سرمایہ ہیں ان کو محفوظ کیا جائے۔ اس کے علاوہ قادیانیت کے خلاف جن لوگوں نے عمدہ کتابیں تصنیف کیں جن میں سے بعض قادیانیت قبول کرنے کے بعد اس کو چھوڑ گئے۔ جیسے ڈاکٹر عبدالحکیم، چراغ دین وغیرہ۔ ان کی تالیفات کو دوبارہ شائع کیا جائے اس کے لئے ایک
قائم کیا جائے۔

مرزا قادیانی کی تصانیف کے پہلے شائع ہونے والے ایڈیشن اور قادیان سے شائع ہونے والے پرچے بدر، الحکم۔ تشحیذ الاذہان، ریویو وغیرہ کے مکمل فائل محفوظ ہونے ضروری ہیں۔

۵- جدید تعلیم خصوصاً انگریزی تعلیم سے علماء کو روشناس کرایا جائے تاکہ وہ بیرون ملک مؤثر تبلیغ کریں۔

فرقہ واریت سے قطعاً مبرا محض قادیانی فتنہ کے تعاقب کے لئے اسلامی فرقوں سے تعاون کیا جائے اور بیرون دنیا میں کسی طور بھی فرقہ واریت کا مسئلہ نہ اٹھایا جائے۔

۶۔ افریقہ میں قادیانیت نے کئی سکول، ہسپتال اور مشن قائم کر رکھے ہیں جن کو مغربی استعمار اور اسرائیل کی پشت پناہی حاصل ہے اسلامی مشن قائم کرکے اور افریقی زبانوں میں لٹریچر تیار کرکے پیش کیا جائے۔ دوسرے نمبر پر قادیانیت انڈونیشیا میں پھیل رہی ہے وہاں بھی ایسے اقدامات کئے جائیں۔ تیل کی دولت سے مالا مال ممالک اگر ایک فنڈ قائم کریں تو اس سے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔

۷۔ قادیانیت کی سب سے بڑی پناہ گاہ اور اڈہ پاکستان میں ہے۔ پاکستان میں قادیانیوں کے اصل اعداد و شمار موجود نہیں۔ فوج اور سول میں ان کی صحیح تعداد واضح نہیں اس امر کے لئے:۔

ا۔ ایک قانون کے ذریعے ان کی مکمل مردم شماری کی جائے۔

ب۔ فوج اور سول میں ان کی تعداد منظر عام پر لائی جائے۔

ج۔ ایک قانون کے ذریعے ان کو ووٹر کے طور پر رجسٹر کیا جائے کیونکہ غیر مسلم ہونے کی زد سے بچنے کے لئے قادیانیوں نے ووٹ نہیں بنوائے۔

د۔ اسمبلیوں میں قادیانی سیٹوں کو خالی چھوڑنا جرم قرار دیا جائے۔

۸۔ قادیانیوں کے فنڈز کا آڈٹ کیا جائے اور ان کے ذرائع آمدنی واضح کئے جائیں۔ اور اخراجات کی مدات بتائی جائیں۔ صدر انجمن احمدیہ باقاعدہ Financial Statement جاری کرے جس کو مرزا طاہر کی منظوری کے بعد شائع کیا جائے۔

۹۔ ۱۹۸۴ء میں قادیانیوں کی سرگرمیوں کو کنٹرول کرنے کے لئے صدارتی آرڈیننس (××) جاری کیا گیا تھا اس کے خلاف قادیانیوں نے عالمی سطح پر نہایت گھناؤنا پروپیگنڈہ کیا ایمنسٹی انٹرنیشنل Amensty International انسانی حقوق کمیشن UN Human Rights Commission اور صیہونی پریس میں اس کے خلاف بہت کچھ لکھا گیا۔ موجودہ سیاسی تبدیلیوں کے بعد قادیانی محسوس کرتے ہیں کہ ساہیوال، سکھر وغیرہ کے قاتل آزاد ہو جائیں گے۔ جلسہ سالانہ ربوہ پھر سے شروع ہو جائے گا۔ اسلام مخالف لٹریچر اور مرزا طاہر کے خطبات پاکستان میں آزادانہ آجائیں گے۔ قادیانی پرچہ الفضل ربوہ نے اشاعت شروع کر دی ہے اور دیگر پرچے بھی پوری آب و تاب سے شائع ہو رہے ہیں۔ موجودہ حکومت کے سربراہ اور بعض لیڈروں کے بیانات ریکارڈ پر موجود ہیں جن میں انہوں نے کھل کر قادیانیت کے خلاف جاری ہونے والے آرڈیننس کی مخالفت کی اس لئے قادیانیوں نے خفیہ طور پر ان عناصر کی پشت پناہی کی۔ موجودہ حکومت آٹھویں آئینی ترمیم کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے

جس سے یہ آرڈی ننس ختم یا مفلوج ہو کر رہ جائے گا۔ ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم ہوئی لیکن قادیانیت پر کوئی نمایاں اثر نہ پڑا۔ بلکہ ۱۹۷۸ء میں لاہور ہائیکورٹ نے ان کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس کے لئے ۱۹۸۴ء کا آرڈی ننس جاری ہوا اور ہمیں بہت سی قربانیاں دینی پڑیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ آئینی ماہرین کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے جو اس مسئلے کے آئینی پہلوؤں کو واضح کرے اور اس آرڈی ننس کو ایک بل BILL کی صورت میں قومی اسمبلی سے پاس کرایا جائے۔ اور اسے ایک ایسی آئینی اور قانونی صورت دی جائے جس کے بعد یہ مسئلہ اس طور سے بار بار رونما نہ ہو ہمیں جزوی اقدامات کی بجائے مکمل اور پورے طور پر جامع انداز سے اس مسئلہ کے آئینی حل کی صورت نکالنی چاہئے اور ضابطہ فوجداری اور دیوانی میں مناسب ترامیم کرنی چاہئیں تاکہ قادیانیت کو اس کی مناسب سطح پر رکھا جائے۔

۱۰۔ قادیانیوں کے بطور پاکستانی اس ملک میں رہنے کے ہم خلاف نہیں۔ ہم صرف ان کی مذہبی جارحیت کے مخالف ہیں۔ دنیا کے اسی کروڑ مسلمان مرزا قادیانی کو نہ ماننے کی وجہ سے اگر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو مسلمانوں کو حق ہے کہ وہ اپنی بقا اور اجتماعیت کے تحفظ کے لئے اس فتنہ کو ان کے اپنے شرمناک عقائد کے باعث اصل حدود میں غیر مسلم اقلیت کے طور پر رکھے۔ بہائیت اسلام سے علیحدہ ہو کر احتساب کی براہ راست زد سے بچ گئی ہے۔ لیکن قادیانیت اسلام کے نام پر اسلام کے خلاف صف آراء ہے اور جعلی نبوت کا پرچار کر رہی ہے۔ ہم نے اگر ایک مناسب لائحہ عمل تیار نہ کیا اور نہایت اخلاص اور اسلاف کی طرح دیانتداری سے اس فتنہ کے خلاف تحریک نہ چلائی۔ ملکی اور غیر ملکی سطح پر موثر اقدامات نہ کئے تو اس فتنہ کا خاتمہ ہونا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ہمارے ہاں جو دو چار پرچے ختم نبوت، لولاک وغیرہ شائع ہو رہے ہیں ان کا معیار وہ نہیں جو جدید تعلیم یافتہ طبقے کو متاثر کر سکے۔ اس کے لئے انگریزی میں معیاری پرچہ یا ختم نبوت کا انگریزی ایڈیشن دنیا کے ممالک میں روانہ کرنا چاہئے۔ تاکہ مسلمانوں کا نقطہ نظر واضح ہو۔ ملک میں ان کی اشاعت بڑھائی جائے عام سٹالوں پر یہ پرچے دستیاب نہیں۔

مختصراً درج بالا تجاویز پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ قوم کی مساعی جمیلہ اور علمائے کرام کی کاوشوں کے بعد ہی اس فتنہ کا خاتمہ ممکن ہے۔
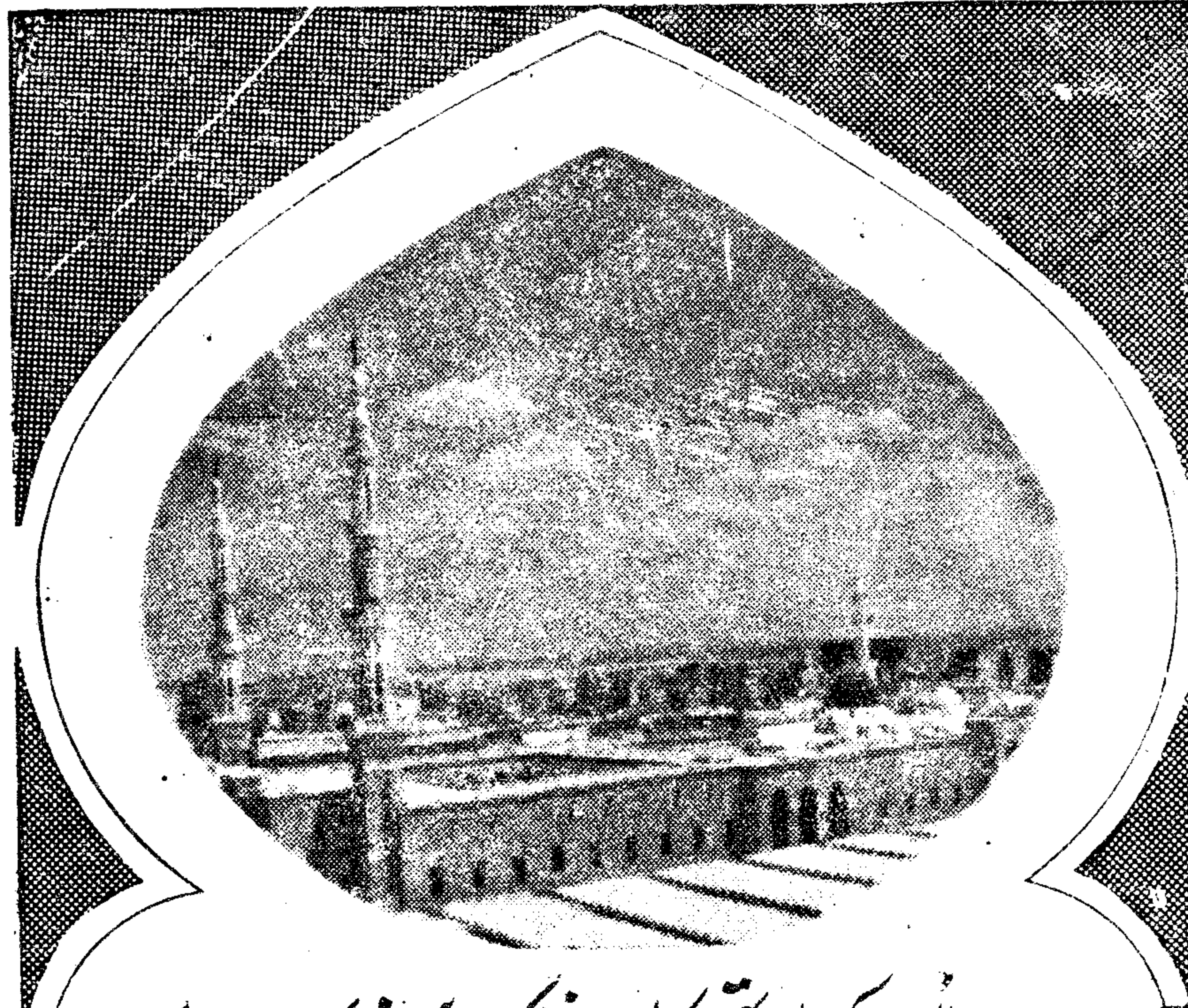
اُس کے ماتھے کا پسینہ خشک ہونے بھی نہ پائے
آپ محنت کا صلہ دے دیجئے مزدور کو
کاش ہر آجر کے ہو پیشِ نظر قولِ رسولؐ
حرفِ آخر مان لے دنیا اسی دستور کو
ہو رسولؐ اللہ کا کردار اگر خضرِ حیات
خود ہی آدابِ حیات آجائیں گے جمہور کو
PAKISTAN TOBACCO
PTC
COMPANY LIMITED
TELEGRAMS: PAKTOBAC AKORA KHATTAK
TELEPHONES: NOWSHERA 498 & 559

دفتر ہو، یا فیکٹری
دوکان ہو، یا گھر
شیشہ
خواجہ کا
KGI
خواجہ گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ
شاہراہِ پاکستان —— حسن ابدال
فیکٹری آفس: ۱۰۰- ہارلے سٹریٹ صدر راولپنڈی
رجسٹرڈ آفس: ۳- ایبٹ روڈ، لاہور
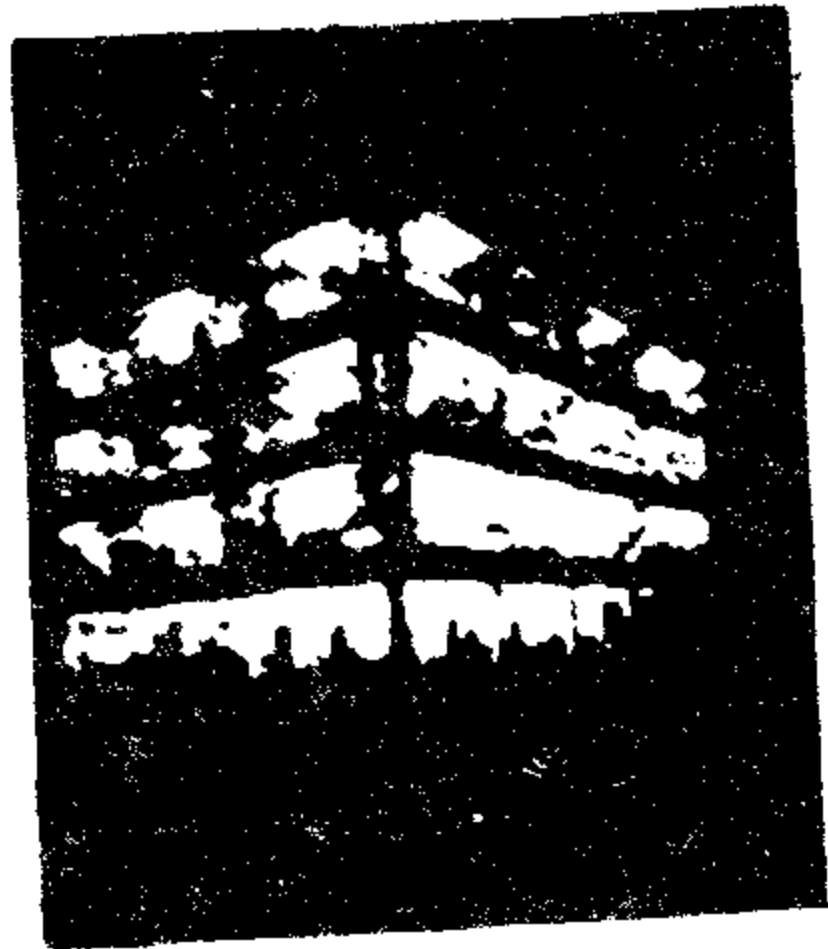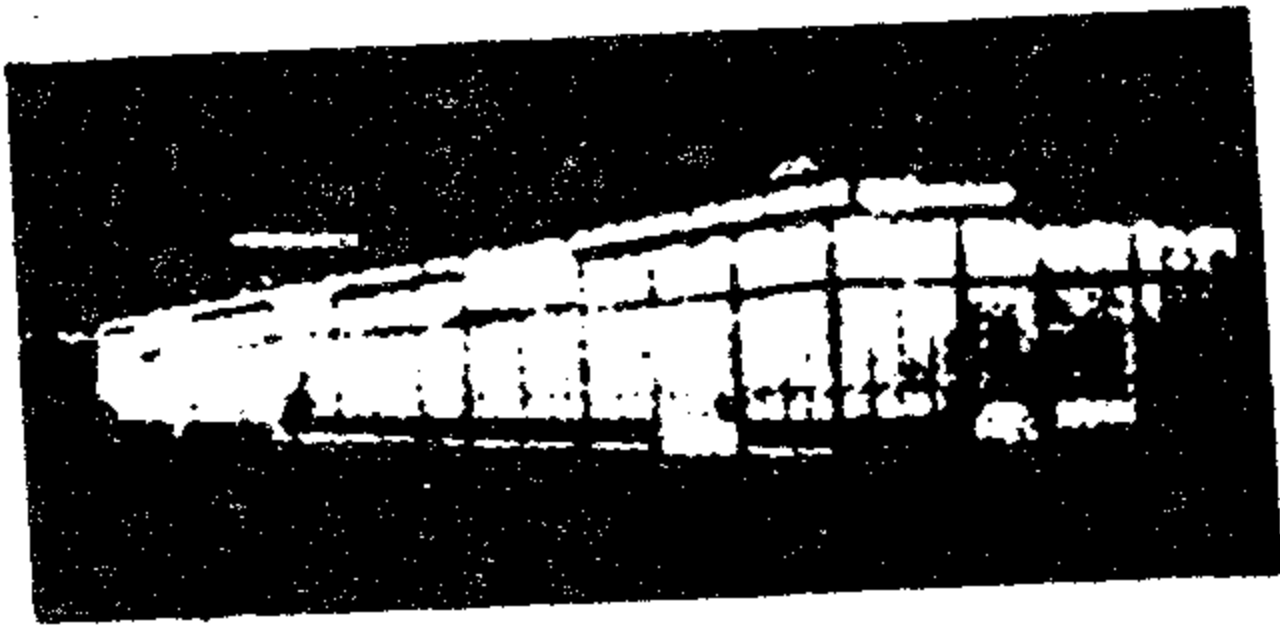
حضرت العلامہ مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچی
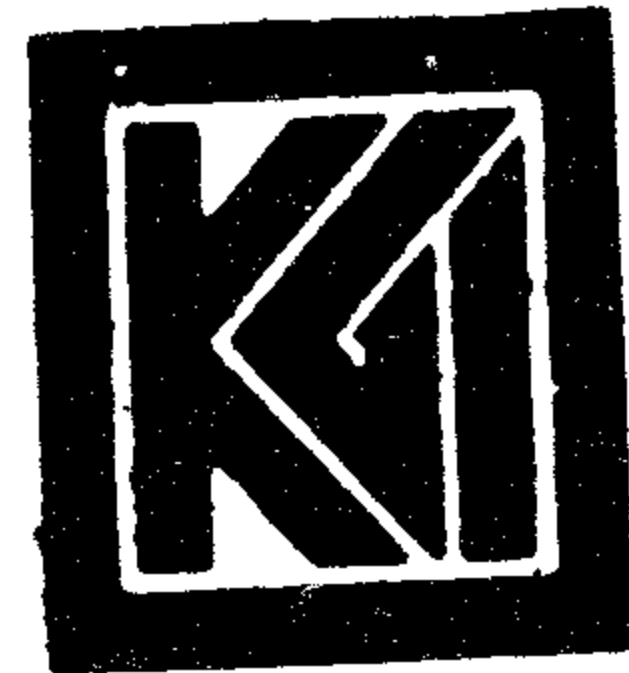
جہادِ افغانستان کے خلاف تازہ پروپیگنڈہ مہم کا جواب

جہاد کے خلاف اس قسم کے شکوک و شبہات (کہ اب جبکہ روس افغانستان سے نکل گیا ہے اب وہاں مسلمانوں کی آپس میں لڑائی ہو رہی ہے) ہمیشہ سے ڈالے جاتے رہے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی منافقین کہا کرتے تھے۔ لو نعلم قتالاً لاتبعنٰکم (پ ۴ رکوع ۸) ترجمہ شیخ الہندؒ میں ہے "بولے اگر ہم کو معلوم ہو لڑائی تو البتہ تمہارے ساتھ رہیں"، علامہ عثمانیؒ اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں "یعنی لڑائی ہوتی نظر نہیں آتی خواہ مخواہ کا ڈھونگ ہے" — دیکھئے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد کو بھی ڈھونگ کہا گیا ہے معاذ اللہ جہاد اور مجاہدینِ اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والے درحقیقت منافقین کی تاریخ کو دُہرا رہے ہیں واقعہ یہ ہے کہ اسلامی جہاد کا ہدف کسی ملکی یا غیر ملکی کافر کی ذات نہیں بلکہ جہاد کی غرض و غایت کافرانہ اور غیر اسلامی نظریات کی قوت اور شوکت کو توڑنا ہی ہے۔

قرآن مجید پ ۲ رکوع ۸ میں ہے وقاتلوھم حتٰی لاتکون فتنۃٌ وّیکون الدین للہ۔ ترجمہ شیخ الہندؒ میں ہے: "اور لڑو ان سے یہاں تک کہ باقی نہ رہے فساد اور حکم رہے خدا تعالیٰ کا"، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں: "یعنی کافروں سے لڑائی اس واسطے ہے کہ ظلم موقوف ہو اور کسی کو دین سے گمراہ نہ کر سکے اور خاص اللہ ہی کا حکم جاری رہے"— اب تم خود سوچو کہ اگر بالفرض روس کی ساری فوجیں افغانستان سے نکل بھی گئیں اور دوبارہ بھی اپنے گماشتوں کی حفاظت کے لیے نہیں آئیں تو کیا نجیبی حکومت میں اللہ تعالیٰ کا حکم جاری ہو گیا؟ اور جب یقیناً ایسا نہیں بلکہ افغانستان کے کمیونسٹ پرچمی اور خلقی روس کے کافرانہ نظام اور روسی نظریات نافذ کرنے کے لیے ہی مجاہدین کا مقابلہ کر رہے ہیں، تو ان کے ساتھ بھی لڑنا اسی طرح کا جہاد ہے جس طرح روس کے ساتھ لڑنا جہاد تھا۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی جلد ۳ ص ۱۹۷ میں ہے وعلٰی ھذا المکابر بالظلم والاعونۃ

والسعاۃ یباح قتل الکل ویثاب قاتلھم" یعنی ظلم کرنے والوں اوران کے معاونین کو قتل کیا جائے گا اوران کو قتل کرنے پر ثواب ملے گا"۔۔ اور یہ یاد رہے کہ سب سے بڑا ظلم احکام خداوندی کے خلاف حکم جاری کرنا ہے۔ قرآن مجید پ۶ رکوع ۱۱میں ہے: وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ: "اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ تعالےٰ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں ظالم"۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

چوتھی صدی ہجری کے بحر العلوم علامہ ابوبکر الجصاصؒ اپنی تفسیر "احکام القرآن" جلد۲ ص۳۵ میں لکھتے ہیں:۔ (اور یہ مسلمانوں کے بارے میں ہے) فمن کان منھم داعیًا الی مقالتہ یضل بہ الناس بشبھۃ فانہ تجب ازالتہ بما امکن۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ عقائدِ فاسدہ (غیر اسلامی نظریات) کا پرچار کرتے ہیں اور لوگوں کو شبہات میں ڈال کر گمراہ کرتے ہیں ان کا ازالہ ہر ممکن طریقہ سے واجب ہے، یعنی اگر طاقت ہے تو طاقت ہی سے نہیں تو زبان سے ورنہ کم از کم دلی نفرت سے۔ جیسا کہ مشہور حدیث من رأیٰ منکرًا فلیغیرہ بیدہ..... الخ کا منشا ہے۔

علامہ موصوف نے اسی تفسیر میں اس سے پہلے لکھا ہے: جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں (اگرچہ طاقت ہو) اسلحہ کا استعمال فتنہ اور ناجائز ہے، یہ لوگ ملّتِ اسلامیہ کے بدترین دشمن ہیں۔ (احکام القرآن جلد۲ ص۳۴)

بہر حال جب تک افغانستان جیسی اسلامی حکومت کو نہ صرف مسلّط کفار بلکہ کافرانہ نظام اور غیر اسلامی نظریات کو نافذ کرنے والے برائے نام مسلمانوں کی قوت اور شوکت سے پاک نہیں کیا جائے گا اُس وقت تک یہ لڑائی صحیح جہاد ہوگی اور اس میں شریک ہونے والے تمام مسلمان غازی ہوں گے اور ان میں سے جان دینے والے مجاہدینِ اسلام شہادت کے درجۂ عظمیٰ پر فائز ہوں گے۔ بفضل اللہ تبارک و تعالیٰ واللہ علیم بذات الصدور۔

اللہ تعالیٰ مجاہدین کو ظاہری و باطنی کامیابیوں سے نوازیں۔ آمین یارب العٰلمین

نظام امارت شرعیہ کی مختصر تاریخ

احیاء دین، اعلاء کلمۃ اللہ اور خدا کی زمین پر خدا ہی کے احکام و فرمان کے نفاذ و اجراء کے لئے نظام امارت و تنظیم جماعت کی ضرورت و اہمیت کو ہمارے اسلاف نے کبھی بھی فراموش نہیں کیا۔ بلکہ حالات نے جب بھی اجازت دی حسب استطاعت اس اہم ترین ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی مخلصانہ جد و جہد کی ہے اور احوال و ظروف کے مطابق بتوفیق ایزدی مکی و مدنی دونوں عہد کی سنتوں کو زندہ کر دکھایا ہے۔ آئندہ صفحات میں اکابر رحمہم اللہ کی اسی انقلابی جد و جہد کی مختصر تاریخ پیش کی جا رہی ہے۔ انشاء اللہ اس کے مطالعہ سے شبہات کے پردے ہٹیں گے۔ خدشات کے زخم مندمل ہوں گے۔ مسافران منزل کو حوصلہ ملے گا۔ اور اس راہ کی صعوبتوں کے تصور نے جن کی ہمتیں پست کر دی ہیں۔ ان میں بھی قدم سے قدم ملا کر چلنے کی ہمت پیدا ہو گی۔

امارت شرعیہ کی تاسیس قیام امارت کی ضرورت علمائے اسلام نے اسی وقت محسوس کر لی تھی۔ جب کہ ہندوستان کی مسلم حکومت کا چراغ مفلس کے دیئے کی طرح ٹمٹمانے لگا تھا۔ چنانچہ اس عہد کے جماعت علماء کے سربراہ اور خاندان ولی اللّٰہی کے چشم و چراغ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا فتویٰ دارالحرب اور قیام امارت اسی احساس کا جرأت مندانہ اظہار تھا اور اس فتویٰ کو غیر منقسم ہندوستان میں پہلی بار جس جماعت نے عملی جامہ پہنانے کا بیڑہ اٹھایا وہ بھی حضرت شاہ صاحب ہی کی ساختہ پرداختہ تھی۔ یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ بریلوی اور آپ کے رفقاء کار۔

اس اجمال کی تفصیل جناب غلام رسول مہر کی زبانی سنئے :-

"سید صاحب سرحد تشریف لائے تھے تو آپ کو یقین ہو گا کہ شرع شریف کے احکام کی پابندی اور اسلامیات پر فداکاری میں اہل سرحد مسلمانان ہند سے فائق و برتر ہوں گے۔ لیکن یہاں پہنچ کر دو برس تک ایک ایک طبقے کے احوال و مراسم دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا اسلام بھی رسمی ہے اور واقعہ بھی یہی تھا۔ اس وقت اہل سرحد کی زندگی جاہلیت کی آلائش سے آلودہ تھی لہٰذا یہ فیصلہ کیا گیا کہ سر و سامان جہاد کے ساتھ ساتھ انہیں اسلامیت کا پابند بنایا جائے۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ جہاد کی بیعت کے ساتھ ساتھ سب سے اقامت شریعت کی بیعت بھی لی جائے۔ پٹھانوں کی اصلاح و تنظیم

کے سلسلے میں یہ دوسرا قدم تھا۔

چنانچہ فیصلہ کے مطابق کام کا آغاز کر دیا گیا۔ اور منفرد ہزاروں آدمیوں نے سید صاحب کی اس دعوت کو قبول کر لیا لیکن اصل غرض انفرادی قبول و پذیرائی سے نہیں پوری ہو سکتی تھی۔ ضروری تھا کہ ایک ہمہ گیر نظام پیدا کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے علماء و اکابر کا اجتماع تھا۔ اس اجتماع کے لئے پنجتار کا انتخاب کیا گیا۔

چنانچہ سید صاحب اپنی جماعت کے ساتھ رئیس پنجتار فتح خان کی دعوت پر وہاں پہنچے اور پہنچتے ہی بیعت شریعت کے لئے دعوت عام کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں مختلف بستیوں اور قبیلوں میں دورے فرماتے اور علماء و اکابر کو جمع کر کے پابندی احکام اسلام کی ہدایت کرتے۔ دوروں اور وعظ و نصیحت کے ذریعے سے قبول عام کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ تو فیصلہ ہوا کہ پنجتار میں اجتماع عظیم منعقد کیا جائے جس میں سرحد کے سرکردہ علماء و خوانین شریک ہوں۔ یکم شعبان ۱۲۴۴ھ (۶ فروری ۱۸۲۹ء) کی تاریخ اور جمعہ کا دن اس اجتماع کے لئے تجویز ہوا۔ خوانین و اکابر کے علاوہ دو ہزار کے قریب علماء اس موقع پر آئے۔ (اتنے ہی ان کے تلامذہ تھے بعض مکاتیب میں ہے قریب ہزار علماء و طلبہ تھے) اس اجتماع میں سید صاحب نے افتتاحی تقریر فرمائی جس کے آخر میں اہل پنجتار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر آپ ہماری بات ماننا چاہتے ہیں تو اسی مجمع میں مان لیجئے ورنہ اتحاد کا رشتہ کٹ جائے گا میں خدا کے حضور کا ایک عاجز بندہ ہوں میری خواہش اس کے سوا کچھ نہیں کہ سب لوگ احکام الٰہی کے فرماں بردار بن جائیں۔

تقریر پوری کر کے سید صاحب خود مجمع میں سے اٹھ گئے۔ علماء آپس میں مشورے کرتے رہے آخر اس فیصلے پر پہنچے کہ "نظام شرعی کا قیام" لازم ہے۔ نماز جمعہ کے بعد سب نے سید صاحب کے ہاتھ پر "اقامت شریعت" کے لئے بیعت

استفتاء اور اس کا جواب نماز کے بعد ایک استفتاء علماء کی خدمت میں پیش کیا گیا جس کا مضمون یہ تھا کہ

"اگر کوئی شخص امام کی بیعت کرنے اور اس کی اطاعت اپنے اوپر لازم کر لینے کے بعد خدمت دین اور اجرائے شرع مبین کے سلسلے میں امام کے کسی حکم کو رد کر دے اور مخالفت پر کمر بستہ ہو جائے، بلکہ جدال و قتال میں بھی شامل نہ ہو۔ تو اس کے اور اس کے ساتھیوں کے متعلق شریعت کا فیصلہ کیا ہے"؟

علماء نے غور و فکر کے بعد اس کا مفصل جواب مرتب کیا اس کے مطالب کا خلاصہ یہ تھا۔

۱۔ اثبات امامت کے بعد حکم امام سے سرتابی سخت گناہ اور قبیح جرم ہے۔

۲۔ مخالفوں کی سرکشی اگر اس پیمانے پر پہنچ جائے کہ قتال کے بغیر اس کا استیصال ممکن نہ رہے تو تمام مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ ان مخالفوں کی تادیب کے لئے تلواریں نکالیں اور امام کے حکم کو بزور مخالفوں پر نافذ کریں۔

۳۔ اس معرکے میں لشکر اسلام میں سے جو شخص قتل ہو گا وہ شہید سمجھا جائے گا۔ اور لشکر مخالف کے مقتولین مردود ناری متصور ہوں گے۔

اس فتوے پر علماء سرحد میں سے پچیس افراد کے دستخط تھے (جن کے نام سیرت احمد شہید میں مرقوم ہیں)

اصلاح عام | غالباً ۱۵ شعبان ۱۲۴۴ھ کو جمعہ کے دن (۲۰ فروری ۱۸۲۹ء) پھر ایک اجتماع ہوا۔ جو فتح خاں رئیس پنجتار کے قبیلے کے افراد پر مشتمل تھا۔ خان نے ان سب کو بیعت کی ترغیب دی اور انہوں نے بطیب خاطر نظام اسلامی کی پابندی قبول کر لی۔ پھر مختلف علاقوں کے لیے سید صاحب نے قاضی مقرر فرما دیے۔

مولوی سید محمد حبان کو قاضی القضاۃ بنایا گیا۔ ملا قطب الدین ننگرہاری کو احتساب کا کام سونپا گیا۔ اور تیس تفنگچی ان کے ساتھ مقرر کیے گئے اور قریہ قریہ دورہ کرتے رہے جہاں کوئی امر خلاف شرع پاتے ان کا انسداد کرتے۔

نظام امارت کا ثمرہ | راویوں کا بیان ہے کہ تھوڑی مدت میں پورے علاقے کی کایا پلٹ گئی۔ تمام لوگوں نے شریعت کی پابندی اختیار کر لی۔ پٹہ داریاں ٹوٹ گئیں۔ مقدمات کے فیصلے شریعت کے مطابق ہونے لگے۔ اگر ملا قطب الدین کے آدمی دوسرے کام کے سلسلے میں کسی گاؤں میں جاتے تو گاؤں والے دوڑے ہوئے آتے اور بتاتے کہ یہاں کوئی بے نماز نہیں رہا۔

ایک سوال | کیا بیعت اقامت شریعت کے بعد سید صاحب کے اختیارات فرماں روائی میں کوئی اضافہ ہوا؟ اس کا جواب نفی میں ہے۔ بیعت امامت نے سید صاحب کو نظم قوائے جہاد کا مجاز بنایا تھا۔ بیعت اقامت شریعت کی رو سے وہ اجرائے احکام شرعی کا مرکز بن گئے۔ رؤسا و خوانین پر صرف اس حد تک پابندیاں عائد ہوئیں جو از روئے شریعت عامہ ضروری تھیں۔ لیکن ان کی ریاستیں اور سرداریاں بدستور قائم رہیں۔ (سیرت احمد شہید ج ۲ ص ۹۳)

ضروری تنبیہ | یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ بیعت شریعت، بیعت جہاد سے الگ ہے۔ چنانچہ غلام رسول مہر صاحب نے بھی اس پر تنبیہ کی ہے۔ وہ بیعت جہاد کی بحث کو ختم کر کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

"یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ بعض سوانح نگاروں نے بیعت امامت جہاد اور بیعت اقامت شریعت کو مخلوط کر دیا ہے حالاں کہ دونوں بیعتیں الگ الگ ہوئی تھیں۔ اور ان میں کم و بیش دو سال دو ماہ کا فصل ہے۔"

(سیرت احمد شہید ج ۱ ص ۴۸۰)

۲۔ **نظام امارت کی دوبارہ تاسیس** | حضرت امام سید احمد شہید کے واقعہ شہادت (۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ) کے بعد باقی ماندہ مجاہدین نے شیخ ولی محمد صاحب پھلتی کو (جو امام شہید کے مخصوص احباب میں تھے) اپنا امیر بنا لیا پھر ۱۲۵۰ھ میں جب شیخ نصیر الدین دہلوی داماد حضرت شاہ صاحب محمد اسحاق دہلوی (حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مرشد اول) ہجرت مجاہدین کے مرکز استھانہ پہنچے تو تمام مجاہدین نے ان کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی اور انہیں اپنا امیر منتخب کر لیا لیکن ان مجاہدین کی جماعت میں حضرت امام شہید کی غیبت و رجعت کے جدید نظریے کی وجہ سے اجتماعیت قائم نہ رہ سکی اور جماعت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ شیخ نصیر الدین دہلویؒ نے اگرچہ ان کے انتشار و اختلاف کو دور کرنے کی بہت کوشش کی مگر انہیں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ جس کی بنا پر اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جد و جہد کا وہ سلسلہ جسے امام شہید نے

جاری فرمایا تھا اور ان کی شہادت کے بعد منقطع ہو گیا تھا دوبارہ شروع نہ ہو سکا۔ مجاہدین کے اسی انتشار کے زمانہ میں مولوی نصیر الدین دہلوی کا ۱۲۵۶ھ میں انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد مجاہدین کی قیادت وسیادت کی ذمہ داری مولانا ولایت علی سہارنپوری نے سنبھالی۔ چونکہ نظریہ غیبت ورجعت کے مولانا زبردست حامی و مؤید تھے۔ اور عقیدہ کی رو سے امام شہید کے ظہور کے بعد انہی کی بیعت میں جہاد کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے ان کے عہد امارت میں بھی حضرت امام شہید کے عظیم مقصد کو بروئے کار لانے کے سلسلے میں کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔

حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی جو ہندوستان سے ہجرت کر کے حجاز چلے گئے تھے انہیں ہندوستان میں اس بابرکت جدوجہد کو دوبارہ شروع کئے جانے کی بڑی تمنا تھی۔ اور ان کی تدبیروں پر اکثر غور و فکر کرتے رہتے تھے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی بغرض حج وزیارت حرمین شریفین پہنچے۔ اور تقریباً دو سال اس ارض مقدس میں مقیم رہے۔ اور اس سفر میں حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب کی مجلس میں حاضری اور ان کی تربیت کی جانب، خصوصی توجہ فرمائی۔ اور ہندوستان میں انقلابی جدوجہد کی ہدایت دے کر واپس بھیجا۔ چنانچہ حضرت حاجی صاحب نے انہی خطوط پر جن کی ہدایات "شاہ صاحب" نے فرمائی تھیں۔ ہندوستان آکر استاذ الکل مولانا مملوک علی۔ مولانا مظفر حسین کاندھلوی۔ مولانا احمد علی سہارنپوری، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہ کے اشتراک وتعاون کے ساتھ کام شروع کر دیا۔ (التمہید لتعریف ائمۃ التجدید۔ مولانا عبید اللہ سندھی ص ۲۴۳)

بالآخر ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۷ء) میں جب کہ برطانوی سامراج کے ظلم وتشدد کے خلاف برسوں کی سلگتی ہوئی آگ لاوا بن کر پھوٹ پڑی۔ تو قافلہ ولی اللہی کے ان مسافروں نے جو سالوں سے سامان سفر کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے تھانہ بھون کی ایک مسجد میں بیٹھ کر طے کیا کہ اب وقت آگیا ہے کہ:۔

"زمین اللہ کی، حکومت بادشاہ کی اور حکم ایسٹ انڈیا کمپنی" کے جھوٹے دعوے کے خلاف اعلان کر دیا جائے کہ "زمین اللہ کی، حکومت اللہ کی اور حکم اللہ کا"

ظاہر ہے کہ یہ اعلان کوئی معمولی نہ تھا بلکہ ایک ایسی جابر وقاہر حکومت کے خلاف اعلان جنگ تھا جس کی وسیع سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس مسئلہ پر خوب غور و فکر کرنے کے بعد ایک تنظیم کے تحت یہ انقلابی قدم اٹھایا جائے۔ مزید غور و فکر کی اس لئے بھی ضرورت تھی کہ اپنی ہی جماعت کے ایک بزرگ حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بحالات موجودہ اس اقدام کے شدید مخالف تھے۔ تھانہ بھون کی اسی مسجد میں ایک بار پھر مجلس شوریٰ کے ارکان سر جوڑ کر بیٹھے۔ اس مجلس شوریٰ کا انعقاد کس تاریخ کو ہوا۔ ارباب حل وعقد میں سے کتنے حضرات اس میں شریک ہوئے۔ ان تفصیلات سے تاریخ کا دامن خالی ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے بیان سے صرف درج ذیل اکابر کے ناموں کا پتہ

۱۔حضرت حاجی امداد اللہ صاحب۔ ۲۔حضرت حافظ ضامن شہید صاحب۔ ۳۔حضرت مولانا شیخ محمد صاحب۔ ۴۔حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب۔ ۵۔حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب۔ اول الذکر تین اکابر تو تھانہ بھون ہی میں پہلے ہی سے موجود تھے۔ البتہ آخر الذکر ہر دو بزرگوں کو ان کے گھروں سے بلایا گیا تھا۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آگے کی کارروائی کی تفصیل خود حضرت مدنی قدس سرہ کی زبانی سنی جائے کیونکہ اس سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی آپ کی قدآور شخصیت تھی۔ اس لئے ان سے زیادہ صحیح رپورٹ کون دے سکتا ہے۔

حضرت مدنی فرماتے ہیں۔

مجلس شوریٰ کی روداد جب ہر دو حضرات مولانا نانوتوی و مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہما پہنچ گئے تو ایک اجتماع میں اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ حضرت نانوتوی نے نہایت ادب سے مولانا شیخ محمد صاحب سے پوچھا (کیونکہ وہ چچا پیر تھے اس لئے ان کا ہمیشہ ادب کیا جاتا تھا) حضرت کیا وجہ ہے کہ دشمنان دین ووطن پر جہاد کو فرض بلکہ جائز بھی نہیں فرماتے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس اسلحہ اور آلات جہاد نہیں ہیں ہم بالکل بے سرو سامان ہیں۔

مولانا نانوتوی نے عرض کیا اتنا بھی سامان نہیں ہے جتنا کہ غزوہ بدر میں تھا۔

اس پر مولانا شیخ محمد صاحب مرحوم نے سکوت فرمایا۔

حافظ ضامن شہید صاحب نے فرمایا کہ بس مولانا سمجھ میں آگیا۔ اور پھر جہاد کی تیاری شروع ہوگئی اور اعلان کردیا گیا۔

حضرت حاجی صاحب کی امارت پر بیعت اور تنظیم کی تشکیل! حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو امام مقرر کیا گیا۔ اور مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو سپہ سالار افواج قرار دیا گیا۔ اور حضرت حافظ ضامن صاحب تھانوی کو میمنہ و میسرہ (فوج کے دائیں و بائیں بازو) کا افسر قرار دیا گیا۔

عام مسلمانوں کی اطاعت گذاری چونکہ اطراف وجوانب میں مذکورہ بالا حضرات کے علم و تقویٰ (تصوف اور تشرع) کا بہت زیادہ شہرہ تھا ان حضرات کے اخلاص اور للہیت سے لوگ بہت زیادہ متاثر تھے۔ ہمیشہ سے ان کی دینداری اور خدا ترسی دیکھتے رہتے تھے اس لئے بہت تھوڑی مدت میں جوق در جوق لوگوں کا اجتماع ہونے لگا۔ مجاہدین ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوگئے۔ تھانہ بھون اور اطراف میں اسلامی حکومت قائم کردی گئی۔ اور انگریزوں کے ماتحت حکام نکال دیئے گئے۔ (نقش حیات ج ۲ ص ۴۲)

اس نظام امارت کا ذکر مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے تذکرۃ الرشید میں کیا ہے۔ مگر تذکرۃ الرشید ایسے زمانہ میں ترتیب دی گئی ہے جب کہ واقعہ کو اصلی رنگ میں بیان نہیں کیا جا سکتا تھا اس لئے مولانا میرٹھی نے اجمال و توریہ سے کام لیا ہے ضرورت تھی کہ بعد کے ایڈیشنوں میں بات وضاحت کے ساتھ حاشیہ ہی میں صحیح بیان کردی جاتی۔ مگر ناشروں کی سہل انگاری سے ایسا نہ ہو سکا۔ ظاہر ہے کہ اس مجمل اور تلمیح و توریہ کے پردے میں کہی گئی بات کو ماخذ نہیں بنایا جا سکتا۔

مولانا مناظر احسن گیلانی نے بھی سوانح قاسمی بروایت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب اس کا تفصیلی تذکرہ لکھا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام اور حضرت قاری صاحب کے بیانات میں جزوی اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہم نے حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کے بیان کو ترجیح دی ہے۔

مولانا عبید اللہ سندھی نے اپنی مشہور تصنیف التمہید کے ص ۹۷ پر لکھا ہے کہ حضرت شیخ الہند نے اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ مجھ سے بیان کیا تھا مگر حضرت شیخ نے کیا تفصیلات بیان کی تھیں۔ مولانا سندھی اس سے بالکل خاموش ہیں۔ کاش کہ مولانا ان تفصیلات کو بیان کر دیتے تو ممکن ہے کہ اس واقعہ سے متعلق کچھ اور باتیں منصۂ شہود پر آجاتیں۔

بادشاہ دہلی کی گرفتاری اور مجاہدین حریت کی ناکامی کے بعد اس نظام امارت کا شیرازہ بکھر گیا جس کی تفصیلات مذکورہ بالا کتابوں بالخصوص نقش حیات میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

۳۔ تنظیم جماعت کی تیسری کوشش اس ناکامی کے بعد اگرچہ شیخ الہند اپنے پورے عہد میں "ثمرۃ الترتیب"۔ جمعیۃ الانصار۔ نظارۃ المعارف اور ریشمی رومال تحریک کے ذریعہ اس متاع گم شدہ کی بازیافت میں کوشاں رہے۔ لیکن ۱۸۵۷ء کی تحریک کا ردعمل اتنا سنگین تھا کہ اس دور میں دین و مذہب کے نام پر کسی تنظیم کی تشکیل تو دور کی بات ہے۔ زبان پر اس کا نام لانا بھی جرم عظیم تھا۔ اس لئے باقاعدہ طور پر نظام امارت کا قیام تو اس زمانہ میں نہیں ہو سکا پھر بھی حضرت شیخ الہند اپنے مخصوص اور معتمد تلامذہ اور متوسلین سے خفیہ طور پر احیاء دین کے لئے جدوجہد پر بیعت لیتے رہتے۔

بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ بھی انہی معتمد تلامذہ کی فہرست میں شامل تھے۔ جن سے یہ معاہدہ شرعی ہوا تھا (مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت) لیکن آہستہ آہستہ جب شکوک و شبہات کے بادل کچھ چھٹے یا بالفاظ دیگر جب مجاہدین حریت کے پے درپے حملوں سے برطانوی سامراج کی قوت میں اضمحلال پیدا ہو گیا اور اسیران ظلم و ستم کو کسی حد تک امن و اطمینان کی فضا میں سانس لینے کا موقع نصیب ہوا تو ۴۳ سال کے طویل عرصہ کے بعد اسی بوڑھے مجاہد (جسے درازی عمر، کثرت امراض اور مالٹا کے تقریباً تین سالہ قید و بند کی صعوبتوں نے چارپائی پر لٹا دیا تھا لیکن اس کے حوصلے جوان اور عزائم بلند تھے) کی یہ آواز ہمارے کانوں میں گونجتی ہے "میری چارپائی اٹھا کر جلسہ گاہ لے چلو۔ پہلا شخص میں ہوں گا جو اس امیر کے ہاتھ پر بیعت کرے گا۔ لیکن برا ہو ہم عصری کی چشمک اور منافست کا کہ غیروں نے نہیں بلکہ خود اپنوں نے اس صدائے حیات افزا کو سنی ان سنی کر دی۔

حضرت سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی نے اپنی ایک تحریر میں اسی تلخ حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"اگر علماء میں مداہنت و منافست نہ ہوتی اور صوفیاء میں ارباباً من دون اللہ بننے کا شوق نہ ہوتا تو آج تمام ہندوستان ایک شرعی نظام کے تحت زندگی بسر کر رہا ہوتا۔ اور اسلام کی

حقیقی برکات سے متمتع ہوتا۔ ان کی روح حکومت کی غلامی سے آزاد ہوتی اگرچہ جسم غلامی میں مقید ہوتا۔" (حیات سجاد ص ۱۰۷)

قصہ مختصر جب جمعیۃ علماء کے دوسرے اجلاس میں حضرت شیخ الہند جیسی عظیم و ہمہ گیر شخصیت کی موجودگی اور ان کی شدید خواہش کے باوجود علمائے ذی مراتب امیر الہند کے انتخاب پر آمادہ نہیں ہوئے تو مولانا ابو المحاسن نے اپنی بصیرت سے بھانپ لیا کہ امیر الہند کا مسئلہ جلد طے ہونے والا نہیں ہے۔ اس لئے انہوں نے صوبائی پیمانے پر نظام امارت قائم کرنے کا منصوبہ بنایا اور اپنے صوبہ بہار میں اس کی داغ بیل ڈالنے کی مہم شروع کر دی۔ چنانچہ ۲۳، ۲۴، ۲۲ شعبان (۲، ۳، ۴ مئی ۱۹۲۱ء) کو دربھنگہ میں جمعیۃ علمائے صوبہ کے اجلاس عام کے موقعہ پر یہ تجویز منظور کی گئی۔

"صوبہ بہار و اڑلیسہ (اس وقت اڑلیسہ مستقل صوبہ نہیں بنا تھا بلکہ صوبہ بہار ہی کا ایک جزء تھا) کے محکمۂ شرعیہ کے لئے ایک عالم مقتدر شخص امیر منتخب کیا جائے جس کے ہاتھ میں تمام محاکم شرعیہ کی باگ ہو اور اس کا ہر حکم مطابق شریعت ہر مسلمان کے لئے واجب العمل ہو۔ نیز تمام علماء و مشائخ اس کے ہاتھ پر خدمت و حفاظت اسلام کے لئے بیعت کریں جو سمع و طاعت کی بیعت ہو گی۔ جو بیعت طریقت سے الگ ایک ضروری اور اہم چیز ہے۔ جمعیۃ متفقہ طور پر تجویز کرتی ہے کہ انتخاب امیر کے لئے ایک خاص اجلاس علماء بہار کا بمقام پٹنہ وسط شوال میں کیا جائے۔" (تاریخ امارات ص ۵۰)

حسب تجویز ۱۸، ۱۹ شوال ۱۳۳۹ھ ۲۵، ۲۶ جون ۱۹۲۰ء کو یہ اجلاس پتھر کی مسجد پٹنہ میں مولانا ابو الکلام آزاد کے زیر صدارت منعقد ہوا جس میں مولانا آزاد سبحانی اور مولانا سبحان اللہ خان کے علاوہ سو سے زیادہ صوبہ بہار کے علماء شریک ہوئے۔ چنانچہ اسی اجلاس کی دوسری نشست میں بالاتفاق شرکائے اجلاس مولانا شاہ بدر الدین پھلواری کو امیر شریعت صوبہ بہار اور مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب کو نائب امیر شریعت منتخب کیا گیا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلا مبارک دن تھا جس میں باقاعدہ امارت شرعیہ کا قیام عمل میں آیا جس کا سلسلہ بحمد اللہ آج تک جاری ہے۔ اب تک یکے بعد دیگرے امارت کے منصب پر چار امراء کا انتخاب ہو چکا ہے اور یہ سب جمعیۃ علماء ہی کی نگرانی میں ہوا ہے فالحمد للہ علی ذالک۔

۴۔ **پنجاب میں امیر شریعت کا انتخاب** صوبہ بہار میں انتخاب امیر اور نظام امارت کے قیام کے بعد حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ کی انجمن "خدام الدین" کے سالانہ اجلاس ۱۹۲۶ء کے موقع پر جس میں حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ مہتمم دار العلوم دیوبند۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ محدث کشمیریؒ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ حضرت مولانا حسین علیؒ واں بھچھراں حضرت مولانا علامہ محمد یوسف بنوریؒ۔ مولانا ظفر علی خانؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ وغیرہ پانچ سو

(باقی ص ۶۳ پر)

اپنی جہاز راں کمپنی

پی این ایس سی

کے

جہاز

سے مال بھیجئے

بروقت - محفوظ - باکفایت
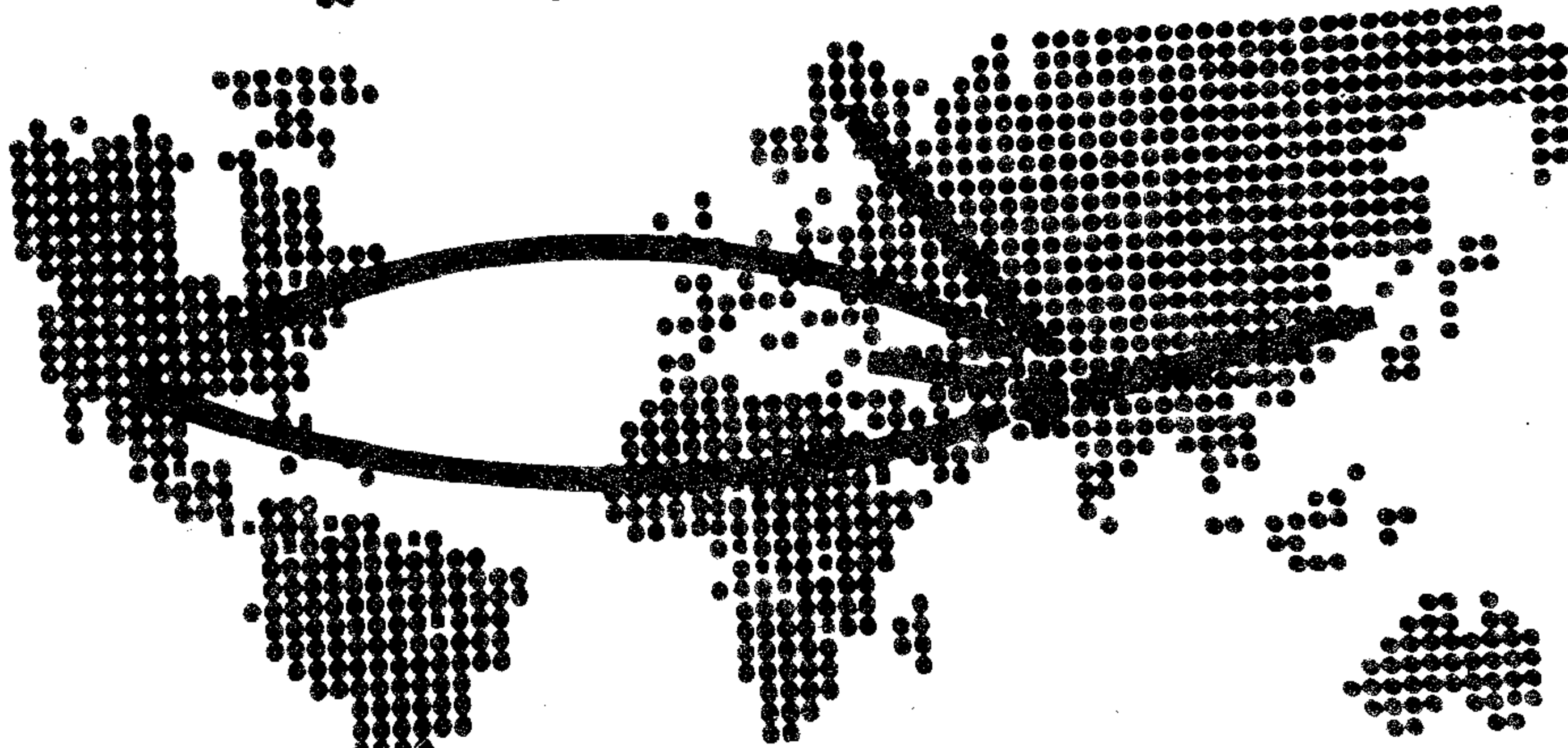
پی۔ این۔ ایس۔ سی برّاعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل برآمدکنندگان اور درآمدکنندگان، دونوں کے لئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔

پی۔ این۔ ایس۔ سی قومی پرچم بردار۔ پیشہ ورانہ مہارت کا حامل جہاز راں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رواں دواں

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے

پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ

PARAGON

PNSC 2 88 PID - Islamabad

داڑھی
طبی نقطۂ نظر سے ایک جائزہ

عربی کا مشہور مقولہ ہے فعل الحکیم لایخلو عن الحکمۃ. یعنی ہر صاحب عقل وخرد جب بھی کوئی کام انجام دیتا ہے تو اس کا یہ عمل کسی نہ کسی مصلحت پر مبنی ہوتا ہے اور کوئی نہ کوئی حکمت اس میں ضرور ہوتی ہے جب عام ارباب عقل کا یہ معاملہ ہے تو پھر فخر موجودات سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال واقوال دینی ودنیوی مصالح سے کس طرح خالی ہو سکتے ہیں جب کہ آپ کا ہر قول وحی ربانی کی ترجمانی ہوتا ہے. جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی. اس لئے لازمی طور پر آپ کا ہر قول وعمل کسی نہ کسی مصلحت وحکمت کا حامل ضرور ہوگا. یہ الگ بات ہے کہ ہماری عقل نارسا کو اس مصلحت وحکمت کا ادراک نہ ہو سکے. اعفاء لحیہ (داڑھی بڑھانے) کا معاملہ ہو یا قص شوارب مونچھوں کے کٹوانے کا مسئلہ. غسل جنابت کا مسئلہ ہو یا جانور کے ذبیحہ کا فعل، کتے کے جھوٹے کی تطہیر کا طریقہ ہو یا ادائیگی زکوٰۃ کا فریضہ. ہر ایک مسئلہ اور حکم اپنے اندر ایک مخصوص حکمت کا حامل ہے. اس کی خلاف ورزی صرف شریعت سے ہی منہ موڑنا ہی نہیں بلکہ فطرت انسانی اور عقل انسانی سے رشتہ توڑنے کے مترادف ہے۔

شرعی نقطہ نظر سے داڑھی کے بارے میں کیا حکم ہے اس سلسلہ میں احادیث صحیحہ اور کتب فقیہہ طریقہ اسلاف واکابر ہمارے سامنے موجود ہے گو قرآن میں حلق لحیہ (داڑھی مونڈنے) کی حرمت صراحتہً مذکور نہیں مگر احادیث اور فقہائے کرام کے اقوال اس کی حلت وحرمت کی تصریح فرماتے ہیں جس طرح کتاب اللہ اسی طرح سنت رسول اللہ بھی واجب التعمیل ہے.

زیر نظر مضمون میں اعفاء لحیہ اور قص شوارب کے بارے میں اس کی حلت وحرمت پر شرعی نقطہ نظر سے روشنی ڈالنا مقصود نہیں بلکہ طبی نقطہ نظر سے اس کے مضرات ونقصانات کی وضاحت مقصود ہے تاکہ جدید ذہن اور اصول صحت وتندرستی پر عمل پیرا ہونے والے اشخاص عقل ونقل کی ہم آہنگی اور روایت و

درایت کی مطابقت کا بغور معائنہ کر سکیں۔

۱۔ خداوند قدوس نے جسم انسانی کے بیرونی حصہ جلد کو بالوں کے اگنے کے لئے مخصوص کر رکھا ہے جن میں سے بعض ایسے بھی اعضاء ہیں کہ جن کے بالوں کی حجامت ضروری اور لابدی ہے البتہ بہت سے اعضاء ایسے بھی ہیں کہ ان کے بالوں کو باقی رکھنا اور سنوارنا باعث حسن وجمال اور زیب و زینت کا سبب ہے سر، جس کے بالوں کا حلق (منڈانا) جائز ہے ضروری نہیں۔ موئے زیر ناف جن کا صاف کرنا ضروری اور داڑھی جس کا نہ مونڈنا لازمی اور ضروری ہے۔ بغل جس کے بالوں کے اکھیڑنے اور مونڈنے دونوں میں اختیار دیا گیا ہے۔ الغرض ہر عضو میں بالوں کی روئیدگی اور عدم روئیدگی۔ ان کا مونڈنا اور ترشوانا ایک خاص مصلحت کے پیش نظر ہے۔

<u>بدن انسانی کے اعضاء شریفہ</u> داڑھی مونڈنے کے نقصانات سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ بدن انسانی میں تین عضو ایسے ہیں جو متفق طور پر اطباء کے نزدیک اعضائے شریفہ کہلاتے ہیں چنانچہ علامہ علاؤ الدین قرشی رقم طراز ہیں۔

اعضاء رئیسة ای مبدأ واصل لقوی ضروریة اما بحسب بقاء الشخص وهی ثلثة القلب ویخدمه الشرائین والدماغ ویخدمه والکبد ویخدمها الاوردة (موجز القانون صد ۱۳)	بقائے شخص کے اعتبار سے ضروری قوتوں کا مبداء و منبع جن کو اعضاء رئیسہ کہا جاتا ہے وہ تین ہیں ایک قلب جس کی خدمت شرائین کرتی ہیں دوسرے دماغ جس کے خادم اعصاب ہیں تیسرے جگر جس کے خدام اوردہ دگروں کی رگیں) ہیں۔

یہ تینوں اعضاء بدن انسانی میں اپنا ایک اہم مقام رکھتے ہیں انسان کی زندگی اور موت کا دارومدار ان ہی اعضاء پر منحصر ہے بالفاظ دیگر تمام اعضاء میں اصل الاصول یہی تین ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان تینوں میں سے اگر کوئی مبتلائے مرض ہو جاتا ہے تو جسم انسانی کا سارا نظام مختل ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لئے اطباء کے نزدیک ان کی حفاظت کا اہتمام بہت کیا جاتا ہے ان کی شرافت و عظمت کی وجہ سے انہیں چھوٹے سے چھوٹے موذی سے کوسوں دور رکھا جاتا ہے۔

ان تینوں اعضاء میں داڑھی سے قریب دماغ ہے دوسرے آنکھ اور پھیپھڑے جو کہ اعضائے وظائف ضروریہ میں سے ہیں۔ وہ بھی قرب رکھتے ہیں۔ اب اگر داڑھی کو مونڈا جائے تو اس مونڈنے کی وجہ سے رخسار اور جبڑوں پر خراش اور رگڑ واقع ہوگی اور یہ ایک طبی اصول ہے کہ جس عضو پر خراش اور رگڑ لگائی جاتی

ہے تو وہاں حرارت پیدا ہوتی ہے اور چونکہ حرارت جذاب ہے اس لئے اس عضو کی طرف دوران خون تیز ہو جاتا ہے اور اس دوران خون کے تیز ہونے کی وجہ سے اس عضو کا تغذیہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ اسی اصول کے پیش نظر موئے زیر ناف مونڈنے کو بہتر اور اولی بتایا گیا ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے بھی یہی راز پوشیدہ اور مضمر ہے۔ افصرائی جلد اول صہ ۱۲۹ پر تحریر ہے:۔

انما کان حلق العانة مهيجا للشهوة لانه يوجب العراق العوزية الى جهة الانثيين

اسی طرح علامہ نفیس رقمطراز ہیں:۔

حلق العانة يهيج الشهوة لانه يذكر النفس ويثير الحرارة ويجذب الدم والروح الى الات التناسل (نفيسى ۲۰۵)

ان دونوں عبارتوں کا ماحصل یہ ہے کہ حلق عانہ سے انجذاب خون ہوگا جس کے نتیجہ میں انثیین کا تغذیہ لازمی اور لابدی ہے جو بقائے نسل انسانی کے لئے بہت ضروری ہے۔ اطبا قدیم کی تحریروں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خراش اور رگڑ کی بنا پر اس عضو کا دوران خون تیز تر ہونے کی وجہ سے تغذیہ کافی مقدار میں بڑھ جاتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اس عضو کے تغذیہ کے لئے جو خون زائد مقدار میں آئے گا وہ دیگر اعضائے مجاورہ کی مقدار خوراک میں کمی کر کے آئے گا گویا کہ اس عضو میں خون کی قلت کے سبب اس کا تغذیہ بھی کم ہوگا اور یہ قلت تغذیہ قلت قوت کا ذریعہ بن جائے گی۔ ڈاڑھی کے اعضائے مجاورہ میں ایک تو عضو رئیس دماغ ہے اور دوسرے اعضائے وظائف ضروریہ میں سے آنکھ۔ اس لئے ان دونوں کا اس سے متاثر ہونا بہت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فی زمانہ ضعف بصارت کا مرض کثیر الوقوع ہو چکا ہے اور دماغی قوی بھی پہلے لوگوں کے مقابلہ میں کم ہیں۔ نیز ڈاڑھی کے زیریں جانب چونکہ پھیپھڑے ہیں اس لئے وہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے جن کا تاثر نمونیہ اور سل جیسے خطرناک امراض کو جنم دیتا ہے۔

۲۔ ڈاڑھی اور انثیین میں اندرونی طور پر ایک مخصوص تعلق بھی ہے مثلاً اگر کسی شخص کے پیدائشی خصیے نہ ہوں تو اس کی ڈاڑھی نہیں نکلتی گویا کہ خصیوں کا طبعی انداز پر ہونا ڈاڑھی کے سبب پیدائش کے قائم مقام ہے نیز اس کی مزید شہادت اس سے حاصل ہو جاتی ہے کہ

" اگر سن بلوغ سے پیشتر خصیے نکال دیئے جائیں تو کیہ جات منی اور غدہ مذی میں ذبول پیدا ہو جاتا ہے لیکن عضو تناسل میں کوئی خاص کمی واقع نہیں ہوتی۔ چہرہ پر بال اور آواز میں بھاری پن جیسی ثانوی صنفی خصوصیات نمایاں نہیں ہوتیں۔

(منافع الاعضا جلد دوم صہ ۸۹، مرتب حکیم خواجہ رضوان احمد)

یہ تمام شواہد اس بات کے آئینہ دار ہیں کہ ڈاڑھی اور خصیے کے مابین ایک ایسا مخفی تعلق ہے جس سے انکار ناممکن ہے اب اگر ڈاڑھی کو مونڈا جائے گا تو اس مخفی تعلق کی بنا پر خون کا امالہ ڈاڑھی کی طرف ہوگا اور اس امالہ کی وجہ سے انثیین میں خون کی قلت ہوگی جو قلت تغذیہ کا ذریعہ ہے اور یہی قلت تغذیہ ضعف انثیین کا ذریعہ بن کر بقائے نسل انسانی کے لئے زہر قاتل بن جائے گا۔ اطباء کے نزدیک ضعف باہ میں سے ایک سبب یہ بھی شمار کیا جاتا ہے۔

بالوں کا سبب پیدائش | بالوں کی پیدائش کا سبب بخارات دخانیہ ہیں۔ صاحب کامل الصناعۃ علی بن عباس مجوسی کا قول ہے کہ:۔

اما الشعر فکونہ من بخار دخانی حار یابس الخ کامل الصناعۃ جلد اول صفحہ ۸

یعنی بالوں کی پیدائش بخارات دخانیہ جو کہ حار یابس ہوتے ہیں ان سے ہوا کرتی ہے جوانی میں بالوں کی پیدائش شروع ہو جاتی ہے کیونکہ اس عمر میں حرارت کے اندر قوت زیادہ ہوا کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ حرارت ان بخارات میں اپنا اثر دکھاتی ہے۔ اور ان کو جلا دیتا ہے لطیف اجزاء تو تحلیل ہو جاتے ہیں اور کثیف اجزاء باقی رہ جاتے ہیں چنانچہ ان اجزاء کو طبیعت دھکا دے کر خارج کرتی ہے جو مسامات کی راہ نکل جایا کرتے ہیں۔ بوقت خروج کچھ حصہ ان مسامات میں باقی رہ جاتا ہے اور اپنی غلظت کی وجہ سے تحلیل نہیں ہوتا آہستہ آہستہ یہ مقدار میں زیادہ ہو کر صلابت و سختی اختیار کر لیتا ہے اور بال کی شکل میں نمودار ہو جاتا ہے اسی طرح دوسرے بخارات آتے ہیں اور ان میں سے قدرے باقی رہ جاتے ہیں جو اپنی صلابت کی وجہ سے بال کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ سلسلہ چونکہ پے در پے قائم رہتا ہے اس لئے وہ صاف اجزاء کثیفہ باہم متصل ہوتے رہتے ہیں اور طوالت اختیار کرتے رہتے ہیں جنہیں بالوں سے یاد کیا کرتے ہیں۔

بالوں کی ساخت میں چونکہ مکمل اجزاء کثیفہ صرف نہیں ہوتے اس لئے کچھ اجزاء باقی رہ جاتے ہیں اب چونکہ مسامات کا انسداد ہو چکا ہے اس لئے ان کے نکلنے کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ قدرت نے ان بالوں کو اندر سے مجوف و نالی دار بنایا ہے تاکہ باقی ماندہ اجزائے کثیفہ اس نالی کے ذریعہ خارج ہوتے رہیں اور دخانیت کے سمی اثرات بدن میں جذب نہ ہونے پائیں اب اگر ڈاڑھی کے بالوں کو مونڈ دیا جائے تو اس کا نالہ جس سے دخانیت خارج ہوتی تھی بالکل جلد کے محاذ میں آ جائے گا۔ اس منفذ کے محاذ میں آنے کی وجہ سے جو فضلہ دخانیہ خارج ہو گا وہ نالی کے نہ ہونے کی وجہ سے فوراً سطح جلد پہ پھیل جائے گا اور چونکہ اس فضلہ میں سمی اثرات موجود ہوتے ہیں اس لئے جلد بغیر متاثر ہوئے نہیں رہ سکتی یہی وجہ ہے کہ ڈاڑھی مونڈنے والے اشخاص کے چہروں پر کیل مہاسے رونما ہوتے رہتے ہیں

اب رہا ڈاڑھی کی تطویل وتقصیر کا مسئلہ تو ایک مشت کی درازی کو مستحسن اور بہتر قرار دیا ہے جس کی خاص وجہ یہ ہے کہ جب ڈاڑھی کے بالوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو بال جس قدر لمبے ہوتے جائیں گے ان کا بالائی حصہ اتنا ہی پتلا ہوتا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں اندر کی نالی بھی پتلی ہوتی جاتی ہے جانب راس میں جب یہ تنگی پیدا ہو جائے گی تو اس فضلہ دخانی کے خروج میں تعویق زیادہ بڑھ جائے گی بلکہ اس کی یبوست وخشکی کی وجہ سے اندیشہ اس بات کا زیادہ ہے کہ جانب راس میں وہ منجمد ہو کر منفذ ہی کو نہ بند کر دے چنانچہ اس انسداد کے بعد وہی مضرت رساں پہلو رونما ہو جائے گا سر کے بالوں کا رخ جانب بالا کو ہے اور دخانیت کا میلان بھی اوپر کو ہی ہوتا ہے اس لئے وہاں منڈا دینا چنداں مضر نہیں کیونکہ دخان خارج ہوتے ہی اوپر کو رخ کر لے گا اور جلد اس سے متاثر نہیں ہوگی اس لئے سر کے بالوں کو منڈانا بھی روا۔ اور بال رکھنا بھی مسنون ہے۔ البتہ درازی بسیار کو پسند نہیں کیا گیا کیونکہ یہ فعل تسدید منافذ کا باعث ہو سکتا ہے جو خالی از مضرت نہیں۔

رہا ڈاڑھی کے بالوں کا رخ تو یہ زیریں جانب کو ہے اور میلان دخان بالائی سمت ہوا کرتا ہے اس لئے منفذ سے نکلتے ہی فضلہ جلد سے مل جائے گا اس لئے شریعت نے حلق وقصر دونوں کو ممنوع قرار دیا ہے اور چونکہ ڈاڑھی بہت زیادہ لمبائی منفذ کے بند کر دینے کا سبب تھی اس لئے بقدر یک مشت کی تحدید فرما دی گئی۔

مونچھوں کے مسئلہ کو بھی اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے کیونکہ مونڈنے سے جلد مضر اثرات سے متاثر ہو سکتی ہے۔ نیز سمی بخارات کا صعود بذریعہ تنفس اندرون جسم بھی ہو سکتا ہے تاہم ان کے قصر کا حکم اس لئے ہے کہ درازی کے سبب ان کا تلوث خورد ونوش کی اشیا میں ہوگا جس سے طبیعتوں میں کراہت کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ علاوہ ازیں اس فضلہ دخانی کے اختلاط سے کھانا پینا بھی مضر صحت ثابت ہوگا۔

ان طبعی شواہد واستدلال کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ احادیث مقدسہ اور خود آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کے بعد صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین پھر اسلاف واکابر کا مسلسل اعفا لحیہ اور قص شوارب پر عمل پیرا رہنا ایک طرف تو اسلام سے انقیاد وتابعداری کا بین ثبوت ہے اور دوسری طرف جسم انسانی کے لئے منافع ومصالح کا حصول بھی ہے جو کہ عین تقاضائے شریعت وفطرت ہے۔

جرمن کا ایک ڈاکٹر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے بارے میں لکھتا ہے۔

" مجھے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات طیبہ پر اس قدر کامل وثوق ہے کہ میں صرف انہی کی تحقیق کرتا ہوں اور اعلیٰ طبی نتائج پر پہنچتا ہوں اور جب کبھی
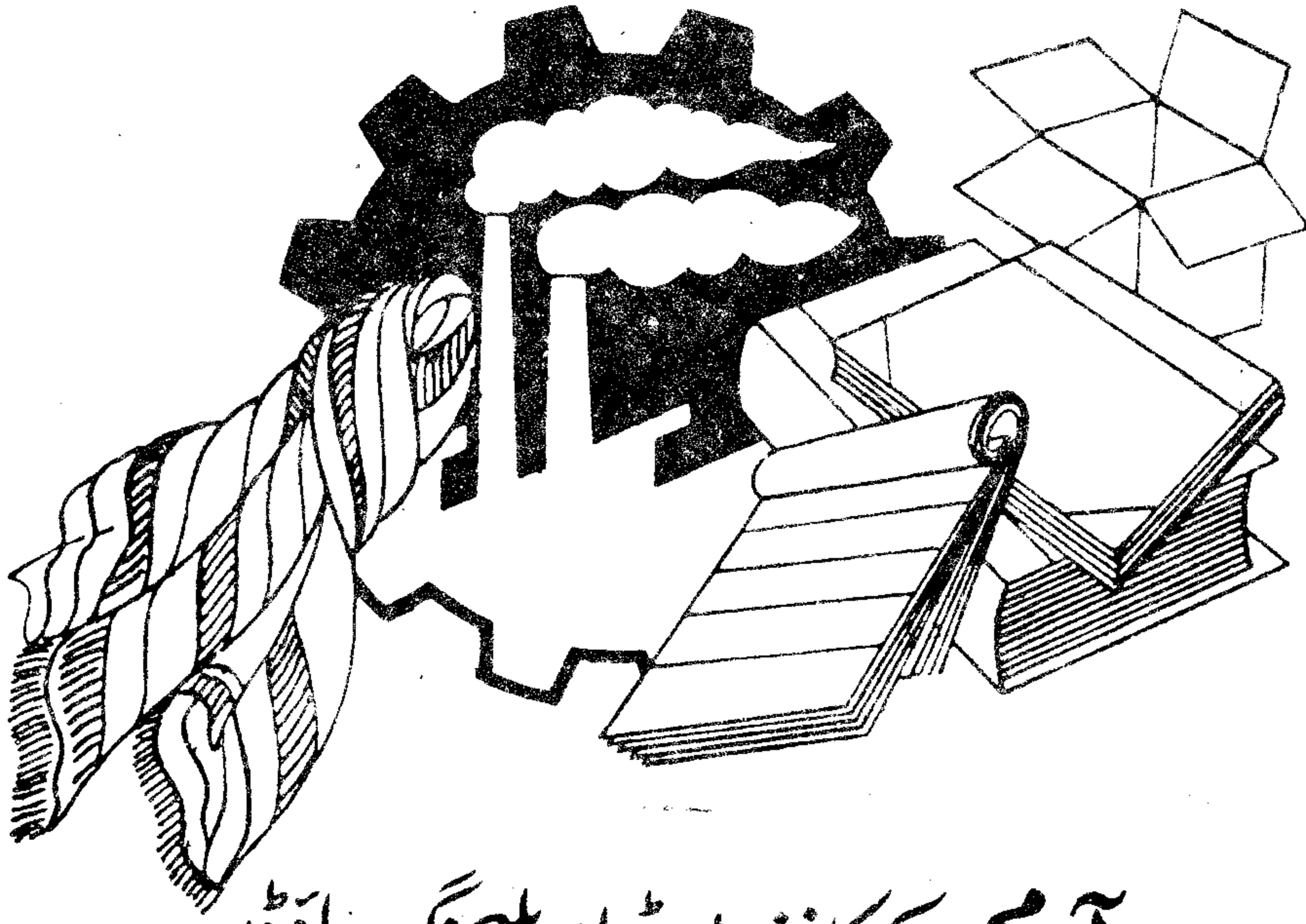
(باقی ص۵۹ پر)

حضرۃ العلامہ مولانا مدراراللہ مدرارنقشبندی

"اربابِ علم وکمال" کا ادبی مقام

معنوی محاسن، ادبی رعنائیاں اور اہم خصوصیات

(وہ شیریں لمحات کبھی بھولنے کے قابل نہیں جو اس کتاب سے استفادے اور مطالعہ میں صرف ہوئے)

"اربابِ علم وکمال"، مؤتمر المصنفین کی تازہ علمی اور تاریخی پیش کش ہے جسے بحمداللہ علمی وادبی حلقوں، قومی پریس اور عظیم شخصیتوں سے بہت کچھ خراجِ تحسین وصول ہو چکا ہے، جسکے پیشِ نظر کتاب کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ لے لیا گیا۔ علاوہ ازیں وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان کے ادارہ "نیشنل بک کونسل پاکستان" کی جانب سے بھی اسی ماہ "اربابِ علم وکمال" سے متعلق (CERTIFICATE OF COMMENDATION) ادارہ مؤتمر المصنفین کو موصول ہوئی ہے۔ حضرت العلامہ مولانا مدراراللہ مدرار نقشبندی بزرگ صحافی، جید عالمِ دین، کہنہ مشق ادیب و مصنف حضرت مولانا خواجہ عبدالمالک نقشبندیؒ کے ماذون وخلیفہ، صاحبِ دل اور صاحبِ نسبت بزرگ ہیں موصوف نے بھی اپنے مطالعاتی شوق، علم پروری اور ادبی وتحقیقی ذوق کے پیشِ نظر ایک گرانقدر وقیع مقالہ تحریر فرمایا ہے جس میں "مؤتمر المصنفین" کی اس تازہ اشاعت کے مختلف پہلوؤں کے ساتھ ساتھ علم وادب کے کئی ایک اہم گوشوں پر بھی روشنی پڑتی ہے اور اربابِ علم وذوق کے لیے تسکینِ ذوق کا سامان بھی مہیا ہوتا ہے۔ خود مقالے کے ادبی تجزیے اور علمی تبصرہ ہونے کی حیثیت، موصوف کی بزرگانہ شفقت اور ترکِ حذف وترمیم پر اصرار کے باوجود بھی اُن کے لحاظِ خاطر کے پیشِ نظر بغرض افادۂ عام من وعن نذرِ قارئین ہے۔ (ادارہ)

الحمد للہ المتوحد بجلالہ المتفرد وصلوٰۃ دوماعلیٰ خیرالانام محمد

مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ مؤتمر المصنفین کی تازہ ترین، عظیم تاریخی اور علمی و ادبی اشاعت "ارباب علم و کمال اور پیشۂ رزقِ حلال"، کو اول سے آخر تک مطالعہ اور بھرپور استفادہ کیا۔ یہ کتاب دراصل مولانا عبدالقیوم حقانی کے اس مبسوط مقالے کی مختلف اقساط کا مجموعہ ہے جس کے بعض حصے مجلّہ "الحق" اور ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند کے متعدد شماروں میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے، اس مقالے کو قارئینِ "الحق" نے بہت پسند کیا اور ارباب علم و دانش نے اس کو بنظرِ تحسین دیکھا اور خواہش ظاہر کی کہ اس کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے، چنانچہ مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ نے حسن و خوبصورتی کے ساتھ اسے زیورِ طبع سے آراستہ کیا اور اب یہ کتاب ہمارے پیشِ نظر ہے۔

کتاب کو جب خوب توجہ اور غور و فکر سے دیکھا تو اس کے معنوی محاسن اور ادبی رعنائیاں قدم قدم پر محظوظ کرتی رہیں۔ مولانا حقانی کی دیگر تصانیف بھی عالمانہ، فاضلانہ اور قابلِ داد ہیں لیکن زیر بحث کتاب میں ادبیت کا رنگ زیادہ نمایاں ہے اس کی اکثر و بیشتر عبارتیں اس قدر سلیس، شگفتہ اور دلچسپ ہیں جن کو اردو ادب کا ایک اچھا نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا موصوف نے کتاب میں جا بجا موقع اور محل کے مناسب ایسے اشعار چسپاں کیے ہیں گویا ان اشعار کی تخلیق ایسے ہی مواقع کے لیے کی گئی تھی ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ سمجھا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

بلاشبہ اس کتاب سے اُردو ادب میں ایک بیش بہا اضافہ ہوا ہے اور اُردو ادب کے قدردان اس سے صرفِ نظر نہیں کر سکتے۔

آگے چل کر ہم کتاب کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے اس کی دلکش عبارتوں کے نمونے اپنے تبصرے کے ساتھ پیش کریں گے۔ لیکن یہاں ادب و شعر کی بحث چل نکلی ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ادب اور شعر کے بارے میں بھی کچھ گفتگو کی جائے۔

ادب کی تعریف ادب ہوشیاری اور ہر چیز کی حدود پر نگاہ رکھنے کو کہتے ہیں، ادب کا اطلاق ہر قسم کے علوم و فنون پر ہوتا ہے جن کے ذریعے سے آدمی زبان میں غلطی کرنے سے محفوظ رہتا ہے اور بول چال اور تقریر و تحریر میں حسن و خوبصورتی، جاذبیت اور دلکشی پیدا کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ علمائے معانی نے ادب سے بہرہ ور یعنی ادیب کو بارہ علوم سے روشناس ہونے کی قید لگائی ہے جن میں سے آٹھ اصولی ہیں اور چار فروعی۔

اصولی:- صرف، نحو، اشتقاق، لغت، قافیہ، عروض، معانی و بیان

فروعی:- علم الخط، انشاء، شعر اور تاریخ۔

ادب کی جمع آداب ہے، اور آداب کا اطلاق جس طرح تمام علوم وفنون پر ہوتا ہے اسی طرح ان کے کسی دلچسپ حصے پر اور کسی چیز یا کسی شخص کے مخصوص قوانین کو بھی آداب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً آداب الدرس، آداب القاضی وغیرہ۔ فقہ کی کتابوں میں ایک خاص عنوان "کتاب ادب القاضی" کے لیے بھی مقرر ہے، اور "ادب القاضی" سے مراد ایسے امور ہیں جو شرع کی نگاہ میں مستحسن اور قاضی کے لیے ان پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ مثلاً فریقین میں عدل و مساوات قائم کرنا، ظلم و زیادتی کو مٹانا اور حدود شرع وسنت پر خود قائم رہنا اور فریقین کو بھی قائم رکھنا، یہ ایسے امور و قوانین ہیں جن کو نگاہ میں رکھنا قاضی کے لیے ضروری ہے۔

ادب سے وہ اخلاقی ملکہ بھی مراد ہے جو انسان کو ہر ناشائستہ قول و فعل سے باز رکھے۔ اُردو میں کامیاب ادیب اس کو قرار دیا جاتا ہے جو اپنی تحریر میں سلاست و روانی، ذوق آفرینی، شگفتگی اور بلاغت پیدا کرنے پر قادر ہو۔

شعر کی تعریف شعر مصدر ہے، اسی طرح شعور بھی مصدر ہے اور دونوں ثلاثی مجرد کے ایک ہی مادہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ دونوں کا لغوی مفہوم ایک ہے یعنی جاننا، محسوس کرنا اور سمجھنا۔ اور اصطلاح میں کلامِ منظوم کو کہتے ہیں پھر اس کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جس سے سفلی جذبات و شہوات کو ابھارا جائے۔ اور دوسری قسم وہ ہے جو حقائق و رموزِ فطرت اور صداقتوں کی جامع ہے، جو حق کی نصرت و حمایت اور جوانوں کے دلوں میں حُبِّ ملت، دینی حرارت، عزم و ہمت اور تسخیرِ کائنات کا جذبہ اور ولولہ پیدا کرے۔ شاعری کی پہلی قسم مذموم اور دوسری محمود ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ شعر و شاعری ایک ایسا فن ہے جس کے سارے حُسن و جمال کی اساس شوکتِ الفاظ، تخیّل کی بلند پروازی، مبالغہ آرائی اور آزاد منشی پر قائم ہے اور اس سے بجز گرمیٔ محفل یا وقتی جوش و خروش اور واہ واہ کے کسی کو مستقل ہدایت نہیں ہوتی، اس لیے شعر کی نسبت کہا گیا ہے ؎

در شعر مپیچ و در فنِ او　　　چوں اکذب اوست احسنِ او

لیکن بایں ہمہ شعر کی حُسن و خوبی اور لذت آفرینی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ شعر اچھا بھی ہوتا ہے اور بُرا بھی۔ اس کے بارے میں ہادیٔ برحق حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری بہترین راہنمائی فرمائی ہے۔ صاحبِ مشکوٰۃ نے شعر کے بیان میں حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت نقل کی ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا :۔

هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ ۔　　　یعنی شعر کلام ہے پس اچھا شعر اچھا کلام ہے اور بُرا شعر بُرا کلام ہے۔

اس کے علاوہ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے شعر کی عزت افزائی فرمائی ہے۔ فرمایا کہ

"بعض شعر حکمت ہوتا ہے" یا حکیمانہ اور حقیقت افروز شعر اگر کسی غیر مسلم کا ہوتا تب بھی اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتے چنانچہ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حالت سفر میں اپنے ہمسفر صحابی حضرت عمرو بن شرید کو اُمیہ بن ابی الصلت کے اشعار سنانے کا ارشاد فرمایا، اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر یکے بعد دیگرے سو اشعار سنائے۔

واضح رہے کہ امیہ بن ابی الصلت دورِ جاہلیت کا ایک غیر مسلم شاعر تھا لیکن بایں ہمہ اُس کے اشعار میں توحید کے مضامین بیان ہوئے تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے شعر پسند فرمائے، اور فرمایا کہ وہ اسلام کے قریب تھا۔

اسی طرح آپؐ نے مشہور عرب شاعر لبید کے ایک شعر کو بھی بہت پسند فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شاعر نے اگر سچی بات کہی ہے تو وہ لبید کا یہ شعر ہے ؎

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلُ

(ترجمہ) یعنی آگاہ ہو کہ خدا کے سوا ہر چیز باطل اور فانی ہے

ان حقائق سے معلوم ہوا کہ اسلام کے نزدیک عام شاعری کے حکم سے وہ شاعری مستثنیٰ ہے جس سے اسلام کی حقانیت و سربلندی اور ملک و ملت کے تحفظ و بقا کا کام لیا جائے۔ شاعرِ نبوت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے لے کر مولانا رومی، مولانا جوہر، علامہ اقبال، مولانا حالی اور اکبر الہ آبادی کی شاعری اسی زمرے میں آتی ہے۔

اس ضمن میں قبیح شاعری کی ایک مثال بھی سنیئے:-

معلوم ہے کہ شراب کی توصیف مروجہ شاعری کا ایک نمایاں عنصر ہے بلکہ عرب شاعری میں شراب کے ساتھ محبوبہ کے وصال کے راز ہائے سربستہ کا برملا اظہار فخر و مباہات کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ تاریخی واقعہ ہے کہ دورِ اموی کے مشہور شاعر فرزدق نے جب اپنا وہ شعر جس میں اپنے فعلِ بد کو مزے لے لے کر بیان کیا ہے خلیفۂ وقت سلیمان بن عبدالملک کو سنایا تو خلیفہ نے برجستہ کہا کہ اس اقبالِ جرم کے بعد تم پر حدِ شرعی واجب ہوگئی، شاعر نے فوراً سورۂ شعراء کی آیت ۲۲۶ اپنی صفائی میں پڑھ کر اپنی جان بچائی، وہ آیت کریمہ یہ ہے:-

وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝ (ترجمہ) اور وہ کہتے وہ ہیں جو وہ کرتے نہیں۔

مصنف کا ادبی ارتقاء | مولانا حقانی کی طبیعت میں قدرت نے شعر شناسی، ذوقِ سلیم اور حسنِ تنقید کا مادہ رکھا ہے اور وہ اس کمالِ نعمت سے بخوبی مالا مال ہیں، اس لیے ان کی علمی و ادبی تخلیقات میں ارتقاء کا عمل تیزی سے جاری ہے۔ وہ علوم ادب کے فاضل و ادیب تو ہیں ہی اُردو ادب میں بھی انہوں نے اپنے لیے ایک

منفرد مقام حاصل کرلیا ہے اور عصر حاضر کے کامیاب ادیبوں اور ممتاز لکھنے والوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کی نئی تصنیف "ارباب علم و کمال اور پیشۂ رزقِ حلال" ان کے علمی و ادبی کارناموں میں ایک حسین شاہکار ہے جس پر ہم انہیں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

علمی و ادبی کاوشوں کا حسین مرقع

فاضل گرامی مولانا حقانی کی کتاب "ارباب علم و کمال" اُن علمائے دین، مفسرین، محدثین، مجتہدین اور نامور و ممتاز فقہائے کرام کے مختصر مگر فکر انگیز اور عبرت آمیز حالات و کمالات پر مشتمل ہے جو مختلف پیشوں سے تعلق رکھتے تھے اور پیشوں کو رزقِ حلال کے حصول کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ لیکن بایں ہمہ وہ علوم دین یعنی قرآن و حدیث، تفسیر، فقہ و اصول وغیرہ کے حصول کے لیے ہمہ تن کوشاں رہتے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے مختلف علومِ دینیہ میں اتنا کمال پیدا کیا کہ امت نے ان کو علامہ، امام، شیخ المحدثین اور شمس الائمہ وغیرہ معزز ترین خطابات سے نوازا، اور وہ ملت کے مقتدا بن گئے۔ اس قسم کی کتاب پڑھنے سے علم اور تعلیم کی قدر و منزلت اور بھی بڑھ جاتی ہے، جبکہ موجودہ حالات میں نوجوانانِ ملت میں تعلیم کو عام کرنے کی اشد ضرورت ہے اور ذات پات اور پیشوں کے متعلق لوگوں میں جو غیر اسلامی اور غیر حقیقی تصورات رائج ہیں اُن کا ازالہ ہو جائے گا۔

دراصل مصنف کی کتاب کا ماخذ علامہ عبدالکریم سمعانیؒ کی مشہور کتاب "الانساب" ہے، جس کو علامہ سمعانیؒ نے پیشہ ور علماء اور ان کے علمی کارناموں کو عوام میں متعارف کرانے کے موضوع پر لکھا ہے۔ پیشہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ سب اپنی جگہ پر تمدنِ انسانی کی بقا اور ترقی کے لیے ضروری ہے، اس لیے علماء نے کسی پیشے کو اختیار کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کیا اور رزقِ حلال کے حصول کے لیے اسے ایک نعمتِ الٰہی سمجھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے علوم دین کی بیش بہا خدمت کی اور عامۃ المسلمین کی دینی رہنمائی کا فریضہ بھی باحسن وجہ انجام دیتے رہے۔

علامہ سمعانیؒ کی کتاب کا موضوع بظاہر خشک معلوم ہوتا ہے لیکن مولانا حقانی کے ادیبانہ اور دلچسپ اسلوب تحریر نے اس موضوع کو ایک نئی آب و تاب، جاذبیت اور شگفتگی بخشی ہے۔ ادیب کی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے موضوع، معانی و مطالب کو جامعیت، جاذبیت، سلاست اور طرزِ بیان کی دلچسپیوں کے ساتھ بیان کرے۔ ہمیں بڑی خوشی ہے کہ مولانا حقانی کی تحریر میں یہ خوبی بطریق احسن موجود ہے۔

موصوف کی کتاب میں پانچ چیزیں خاص طور پر جاذبِ نظر اور قابلِ توجہ ہیں:۔

۱۔ انہوں نے "الانساب" کا ترجمہ اور تشریح دلکش پیرائے میں کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کو عربی زبان و ادب پر خاطر خواہ عبور حاصل ہے، اور عربی سے اُردو میں بامحاورہ اور سلیس ترجمہ کرنے کا بہترین سلیقہ رکھتے ہیں جبکہ یہ کام بظاہر آسان لیکن حقیقتاً بڑا دقت طلب ہے۔

(۲) انہوں نے "الانساب" [illegible] متقدمین کے بیشتر اور [illegible] علماء کے حالات لکھے ہیں، لیکن ان کا قابلِ قدر کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے جابجا [illegible] اکابر متاخرین علماء خصوصاً برصغیر کے اعاظم رجال کے بارے میں اہم معلومات بہم پہنچائی ہیں جن پر آگے چل کر ہم گفتگو کریں گے۔

(۳) ان کا وہ نوٹ بھی معلومات افزا، اہم اور دلچسپ ہے جو انہوں نے نابغۂ ہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے حوالے سے پیشوں کی حقیقت و اہمیت اور ان کی مناسب تقسیم پر لکھا ہے۔ یہ نوٹ نذرِ قارئین کیا جائے گا۔

(۴) مولانا حقانی نے بابُ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وہ گرانقدر اشعار بھی سلیس ترجمہ کے ساتھ درج کیے ہیں جو انہوں نے نسل ونسب پر تفاخر کرنے کی تردید میں ارشاد فرمائے ہیں، ان میں سے آگے چل کر ہم دو اشعار نمونے کے طور پر عبرت پذیری کے لیے پیش کریں گے۔

(۵) مولانا کا شاعرانہ سلیقہ اور شعر شناسی اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں جا بجا موقع ومحل کے مطابق بہت مناسب اشعار چسپاں کیے ہیں جس سے ان کی کتاب کی ادبیت کا حُسن دوبالا ہوگیا ہے۔

محاکات | مولانا حقانی کی حسین عبارتوں میں محاکات کی صنعتِ لفظی کا موزوں استعمال کیا گیا ہے۔ محاکات کے معنی کسی چیز یا کسی حالت کا اس طرح ادا کرنا ہے کہ اس چیز کی تصویر آنکھوں میں پھر جائے، یہ صورت نظم اور نثر دونوں میں تصور کی جاسکتی ہے۔ مولانا محاکات سے کام لینے کے طور طریقوں کا استعمال نہایت خوبی کے ساتھ کرتے ہیں، اس صفت میں وہ یدِ طولیٰ رکھتے ہیں اور کسی حقیقت کا نقشہ کھینچنے میں کمال رکھتے ہیں اور یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ وہ کیفیت قاری کے ذہنی اور بصری پردوں پر منقش ہوگئی ہے۔ ذیل میں ان کی دو تین عبارتیں پیش کی جاتی ہیں جو ان کی محاکات نویسی کے خوبصورت نمونے ہیں:-

(۱) ــــــ "تین ماہ سے زائد عرصہ ہونے کو ہے کہ ہزار چاہت اور اشتیاق کے باوجود بھی "کتاب الانساب" کے مصنف علامہ عبدالکریم سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) سے شرفِ زیارت وملاقات اور گفتگو و استفادہ کا دوبارہ موقعہ نہ مل سکا۔

آج (۲۸ اپریل ۱۹۸۵ء) پھر شوقِ ملاقات اور ذوقِ استفادہ و تحصیلِ علم نے علامہ سمعانیؒ کی کتابی ملاقات کا موقع بہم پہنچایا۔ آخر ان کی مجلسِ فیض وبرکت (بصورتِ مطالعہ کتاب الانساب) تک دل نے پہنچا دیا۔ اور اپنی قسمت پر نازاں ہوں کہ ہجومِ مشاغل اور کثرتِ کار کے باوجود بھی اللہ پاک نے اس مبارک اور پُرسعادت مجلس تک رسائی میرے لیے آسان کردی ـــ بہرحال ان کی محفلِ فیض وبرکت یا مجلسِ اُنس وافادہ میں حاضر ہُوا، اجنبی ہونے کے باوجود بڑھ کر قریب پہنچا تو دیکھا کہ علامہ سمعانیؒ مفسرین، محدثین، ائمہ فن، علماء اور فضلاء

قضاۃ اور فقہاء کے جھرمٹ میں بیٹھے حاضرین، سامعین اور ناظرین سے ان کا تعارف کرا رہے ہیں۔ "کتاب الانساب ص ۲۳۴ کا کھلا ہوا ہے۔ گفتگو کا عنوان یا موضوع کی شہ سرخی "الدھان" ہے۔

عربی زبان میں تیل اور روغن تیار کرنے والے یا تیل اور روغن کی تجارت کرنے والے کو دھان کہتے ہیں۔ علامہ سمعانی رح نے روغن ساز اور روغن فروش علماء و فضلاء اور مفسرین و محدثین کی جس انداز سے یہاں فہرست مرتب فرمائی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسا کہ روغن سازوں اور روغن فروشوں کی اس فہرست میں انہوں نے ملت کے دل و دماغ کا عطر کھینچکر سامنے رکھ دیا، ان کی قلمی اور علمی تصویریں دیکھیں تو ایک سے ایک قابل اور فاضل نظر آیا، انکے بشروں سے ذہانت ٹپکتی اور چہروں سے ذکاوت برستی تھی، پوری فہرست پڑھ ڈالی ـــــ"

اس اقتباس پر نظر ڈالیے اور دیکھئے کہ علامہ سمعانی رح کی "کتاب الانساب" کے مطالعے اور اس سے اخذ و استفادے کو محاکات کا رنگ کس خوبی سے دیا گیا ہے۔ علامہ سمعانی رح میرِ مجلس کے طور پر صدر نشین ہیں اور ان کے ارد گرد سامعین اور حاضرین کا جھرمٹ ہے اور علامہ سمعانی رح "الانساب" سے پیشہ ور اور نامور علماء و فضلاء کے حالات سنا رہے ہیں جو روغن سازوں اور روغن فروشوں سے تعلق رکھتے ہیں ـــ اور پھر یہ بھی دیکھئے! مولانا حقانی کے بیان اور عبارت میں کس قدر تسلسل اور روانی ہے اور شوکتِ الفاظ کی عطر بیزی ہے جو ذوقِ سلیم، وجدان اور دل و دماغ کو معطر کر رہی ہے۔

(۲) حاضرِ خدمت ہوتے ہی دیکھا کہ علامہ سمعانی رح طبقۂ خیاط (درزیوں) کے اربابِ علم و فضل کی محفل جمائے ہوئے ہیں، اُن کی مجلس میں اس طبقہ کے مشاہیر علماء رونق افروز ہیں۔ ایسا پاکیزہ منظر پیشِ نظر ہے جو میری معلومات کی حد تک تاریخ علم و فضل میں بس اپنی مثال آپ ہی تھا۔ خدا جزائے خیر دے علامہ سمعانی رح کو کہ انہوں نے "کتاب الانساب" کے ذریعے مجھے اس نورانی و روحانی مجلسِ علم و افادہ میں حاضری کا اور اربابِ علم و فضل سے فیضیاب ہونے کا موقع بخشا۔ میں نے بھی اسے غنیمت سمجھا کہ اپنا نامۂ اعمال تو سیاہ ہے ہی، شاید ان بزرگوں کی معنوی ہمنشینی ذریعۂ نجات بن جائے ؎

گرچہ از نیکاں نیم خود را بہ نیکاں بستہ ایم
در ریاضِ آفرینش رشتۂ گلدستۂ ایم

یہ عبارت بھی محاکات کا ایک اچھا نمونہ ہے جس میں جذباتِ صحیحہ کی پوری ترجمانی بلکہ بہترین عکاسی کی گئی ہے تصور کو تصویر کا جامہ پہنایا گیا ہے جس کا عکس آئینۂ ادراک میں صاف دکھائی دے رہا ہے ؎

حادثہ وہ جو ابھی گردشِ افلاک میں ہے
عکس اس کا میرے آئینۂ ادراک میں ہے

مرکباتِ اضافی وتوصیفی مولانا حقانی کی اردو تحریروں خصوصاً ان کی زیرِ بحث کتاب "اربابِ علم وکمال" میں ایسے مرکب الفاظ بکثرت ملتے ہیں جو صفت وموصوف اور مضاف ومضاف الیہ سے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان مرکباتِ اضافی وتوصیفی نے مولانا کی تحریروں اور عبارتوں میں نہایت شیرینی اور خوبصورتی پیدا کی ہے مسلمہ اردو ادیبوں کی تحریروں میں ایسے مرکبات بکثرت پائے جاتے ہیں۔ ان مرکبات سے اُردو ادب میں وسعت اور حسین اضافہ ہوا ہے اور ادیبانہ فطری ذوق کے لیے یہ موجبِ تسکین بھی ہیں۔ اس قسم کی ترکیبات کے موجدوں میں غالب، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ظفر علی خان کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ غالب نے جو بہت سی ترکیبیں ایجاد کی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں :۔

مثلاً موجِ خرامِ یار، دلفریبیٔ اندازِ نقشِ پا، بُتِ مشکل پسند، جلوہ زارِ آتشِ دوزخ وغیرہ وغیرہ

لیکن مولانا حقانی نے اضافت وتوصیف پر مشتمل جو ترکیبات استعمال کی ہیں ان میں اضافاتِ متوالیہ نہیں ہیں بلکہ ان میں سہل پسندی سے کام لیا گیا ہے اور اپنے مرکبات کو اضافت وتوصیف کے دائرے تک محدود رکھا ہے، ایجاز حسنِ ادب کا ستون ہے، اور مولانا حقانی نے اپنی ترکیبات میں ایجاز سے کام لے کر "بُتِ مشکل پسند" کو بُتِ سہل پسند بنا دیا ہے —— اربابِ علم وکمال" کی ترکیباتِ اضافی وتوصیفی میں سے چند ایک یہ ہیں :۔

"مذہبی واخلاقی رُوح، دنیوی سعادت وفلاح، داستانہائے جور وستم، سرمایۂ افتخار، دردِ دل، سوزِ دروں، دعوتِ مژگان، حکیمانہ مباحث، پیشۂ رزقِ حلال، محاسبۂ یومِ حشر، ہجومِ مشاغل، روحانی جلالتِ قدر، عالمانہ شکوہ وجلال، یگانۂ روزگار شخصیات، طالبانِ علومِ نبوت، گلشنِ علومِ نبوت، ہمہ جہتی رنگارنگی، نگاہِ دلآویز، نگاہِ دلنواز، تیرِ محبت، اصاغر نوازی، تنظیم بازی، سیاست گری، دلِ از خود رفتہ، کوچۂ محبوب، دلِ آتش انگیز، چشمِ اشک ریز، محدثانہ جلالتِ قدر، فقیرِ منش سلاطین، زبانِ فیض رساں، درسگاہِ علم وفضل، تربیت گاہِ روح وباطن، شوقِ شہادت وعزیمت، فاضلِ بے نظیر، جذبۂ حق گوئی، اتباعِ دینِ متین وغیرہ وغیرہ۔"

ان میں بعض تراکیب حاصل مصدر کی بھی ہیں جن کو عبارت کی خوبصورتی میں بڑا دخل ہے۔

شاہ ولی اللہ کا تبصرہ مولانا حقانی نے مختلف پیشوں اور پیشہ ور افراد کے بارے میں "حجۃ اللہ البالغہ" کے حوالے سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی آراءِ گرامی بھی نقل کی ہیں جن سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ کہ مختلف پیشے کیسے وجود میں آئے اور یہ کہ تمدنِ انسانی کے ارتقاء کے لیے مختلف پیشوں کا وجود میں آنا ضروری ہے۔ ہم یہاں حضرت شاہ صاحبؒ کی تفصیلی آراء میں سے صرف ایک پیراگراف پیش کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں :۔

"اس کا بنیادی اصول یہ ہے کہ جب نوعِ انسانی کے افراد زمین میں پھیل گئے اور ان کی ضروریاتِ زندگی بڑھ گئیں، نیز ہر ایک چیز میں اس کی نفاست کو ملحوظ رکھا جانے لگا تاکہ اس سے آنکھوں کو لطف اور نفوس کو سرور حاصل ہو، تو اس صورت میں یہ ممکن نہ تھا کہ ہر ایک فرد اپنی تمام ضروریات اپنے لیے خود پورا کرے پس ضرورت کے تحت تمام اقوام نے اسی بات پر اتفاق کیا کہ ہر ایک شخص ایک ہی قسم کی ضرورت کو پورا کرنے پر توجہ دے اور اس کو اچھی طرح انجام دینے کے لیے تمام ذرائع اختیار کرے اور پھر اس ایک پیداوار یا پیشے کو مبادلے کے تحت اپنی تمام ضروریات کے حصول کا ذریعہ بنائے" (ارباب علم و کمال ص ۲۱۹)

مولانا عبدالقیوم حقانی نے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی آراء گرامی کے حوالے سے مختلف پیشوں کی اہمیت کو اور بھی اُجاگر کیا ہے اور اس سے موصوف کی کتاب کی ضرورت و افادیت میں بیش بہا اضافہ ہو گیا ہے۔

حضرت علیؓ کے ارشادات گرامی | موصوف نے اپنی کتاب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وہ اشعار بھی ترجمے کے ساتھ درج کیے ہیں جو انہوں نے نسل و نسب پر تفاخر کرنے اور پیشوں کو ذلیل سمجھنے کے رد میں ارشاد فرمائے ہیں۔ ہم یہاں ان اشعار میں سے صرف دو شعر پیش کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں :۔

اَلنَّاسُ مِنْ جِهَةِ التِّمْثَالِ اَكْفَاءٌ
اَبُوْهُمْ اٰدَمُ وَالْاُمُّ حَوَّاءُ

شکل و صورت میں تمام لوگ یکساں ہیں، کیوں کہ سب کے باپ آدم اور ماں حوا ہیں۔

فَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمْ مِنْ اَصْلِهِمْ حَسَبٌ
يُفَاخِرُوْنَ بِهٖ فَالطِّيْنُ وَالْمَاءُ

آدمی اپنی اصلیت پر اگر فخر کریں، تو اصلیت سب کی مٹی اور پانی ہے۔

بابُ العلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان اشعار سے یہ حقیقت بخوبی ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ تمام انسان باہم مساوی ہیں اور نسل و نسب کے اعتبار سے کسی کو کسی پر برتری حاصل نہیں ہے کیونکہ سب کی اصلیت ایک ہی ہے۔

برصغیر کے نامور رجال کا تذکرہ | مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے اپنی کتاب میں علامہ سمعانیؒ کی "الانساب" کے علاوہ جو مفید اضافے کیے ہیں ان میں ایک قابل قدر اضافہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے برصغیر پاک و ہند کے کاریگر علمائے ربانی اور درویش منش مسلمان فرمانرواؤں کا تذکرہ بھی کیا ہے جو نوجوانانِ ملت کے لیے خاص طور پر سبق آموز ہے۔ مثلاً مولانا حقانی لکھتے ہیں :۔

(۱) مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف بڑی محنت اور قابلیت سے پڑھا رہے تھے کہ حیدر آباد سے خط آیا جس میں لکھا تھا کہ "دائرۃ المعارف" میں "بیہقی" کے اسماء الرجال پر مستقل تالیف کا فیصلہ ہوا ہے۔ مجلس نے دو فاضلوں کا انتخاب کیا ہے، ایک علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا اور دوسرا آپ کا۔ تاہم دائرہ کا رجحان آپ کی طرف زیادہ ہے، آٹھ سو روپیہ تنخواہ، سرکاری موٹر، مکان، ڈیوٹی چار گھنٹے، کتب خانہ آصفیہ وقف، مزید مراعات حسبِ منشاء ـــــ مگر حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے شدید مقروض ہونے کے باوجود سہارنپور کی ماہانہ تنخواہ بیس روپے، فقر و درویشی اور صحبتِ استاذ کو اس پر ترجیح دی اور جواب میں لکھ دیا۔ ؏

مجھے جینا ہی نہیں بندۂ احسان ہو کر

(۲) چشمِ تصور نے برصغیر کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی دار العلوم دیوبند کے بانی و مہتمم قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی زیارت کرادی۔ دسیوں کتابوں کے مصنف، سینکڑوں باکمال تلامذہ کے استاد، ہزاروں مخلصین و مریدین کے پیشوا، عامۃ المسلمین کے قلوب کے بے تاج بادشاہ، اگر چاہتے تو سونے اور چاندی کے محل بنوا سکتے تھے مگر کسی کے بارِ منت کو برداشت نہیں کیا، اپنے ہاتھوں سے رزقِ حلال کمایا۔ کتابت یا تصحیح کتب کا کام کرتے، اس سے جو معاوضہ حاصل ہوتا اسی قوتِ لایموت پر گذر اوقات کرتے۔

(۳) اسی سلسلے کے ایک دوسرے بزرگ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اپنے ہاتھ سے صابن بنایا کرتے تھے اور تصحیح کتب کا کام کرکے رزقِ حلال کماتے، اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پال کر تبلیغِ دین، درسِ قرآن اور اعلاءِ کلمۃ الحق میں مگن رہتے۔ ہفتوں فاقے برداشت کیے، اپنا اور بچوں کا پیٹ کاٹا، نومبر دسمبر کی سردیاں نیلی چھت تلے گذار دیں مگر مشتبہ کھانے کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور نہ تن ڈھانپنے کے لیے کسی کے سامنے اشارۃً یا کنایۃً اپنی حاجت کا اظہار کیا۔

(۴) تاریخ نے تو اورنگزیب عالمگیرؒ کے قصۂ کتابت کے دلچسپ واقعات بھی محفوظ کیے ہیں۔ اور اس وقت اورنگزیب عالمگیرؒ کے کتابتِ قرآن کے تصور سے ہندوستان کے درویش اور فقیر منش سلطان ناصر محمودؒ کی طرف ذہن منتقل ہو گیا۔ "منتخب التواریخ"، نے لکھا ہے کہ ہندوستان کا یہ بادشاہ درویشانہ زندگی بسر کرتا تھا اور اس کی آمدنی کا ذریعہ صرف اور صرف قرآن مجید کی کتابت تھا۔ سال میں دو قرآن مجید کی کتابت کرتا اور ان ہی کے بدلے سے اپنے گھر کے مصارف پورے کرتا اور اس کی کوشش یہ رہتی کہ بازار میں یہ بھی معلوم نہ ہونے پائے کہ یہ بادشاہ کا کتابت شدہ ہے کہ معلوم ہوتے پر لوگ اس کو زیادہ قیمت پر خریدیں گے۔ اللہ اللہ! کیسے کیسے لوگوں کی یاد ستانے لگی۔ ناصر الدین محمودؒ بادشاہ تھا، پیشہ کے لحاظ سے کاتب تھا۔ ایک مرتبہ اپنے ہاتھ

کا لکھا ہوا ایک قرآن مجید کسی دوست کو دکھا رہے تھے کہ اس نے ایک غلطی کی طرف اشارہ کیا، بادشاہ نے اُسی وقت اس لفظ پر ایک دائرہ کھینچ لیا تاکہ بعد میں یہ غلطی درست کر لی جائے۔ لیکن جب دوست چلا گیا تو سلطان نے وہ دائرہ مٹا دیا اور لفظ صحیح نہ کیا۔ ایک خادم جو سارا قصہ دیکھ رہا تھا دائرہ بنانے اور پھر تصحیح کیے بغیر اس کے مٹا دینے کی وجہ دریافت کی، تو سلطان نے جواب دیا کہ میرا لکھا ہوا لفظ غلط نہیں تھا لیکن میں اس کا دل نہیں توڑنا چاہتا تھا، اس لیے دائرہ لگا کر اس کو یہ تاثر دیا کہ غلطی درست کر لی جائے گی۔ آخر میں فرمایا عزیز! کاغذ پر بنا ہوا دائرہ مٹانا آسان ہے مگر کسی کے دل سے دکھ اور رنج کا نقطہ مٹانا آسان نہیں۔

حرفِ آخر بہرحال وہ شیریں لمحات کبھی بھولنے کے قابل نہیں جو "اربابِ علم و کمال" کے مطالعہ و استفادہ اور اس پر لکھنے میں صرف ہوئے ؎

وہ رات اہلِ گلستاں کبھی نہ بھولیں گے
جو زیرِ سایۂ ابرِ بہار گذری ہے

داڑھی ——————— بقیہ ص ۴۷ سے

میرا تجربہ کسی حدیث صحیحہ کے خلاف ہوتا ہے تو اسے تجربہ کا نقص سمجھتا ہوں اور اس فرمودہ کو کبھی بھولے سے بھی غلط تصور نہیں کرتا یہاں تک کہ تجربات کثیرہ کے بعد وہ حدیث تجربۃً یقین کی حد تک پہنچ جاتی ہے"

چنانچہ وہ کتے کے برتن میں منہ ڈالنے اور اسے پاک کرنے والی ترکیب جو کہ حدیث میں مندرج ہے کہ "تین یا سات مرتبہ مٹی سے پاک صاف کیا جائے اور پھر پانی سے دھویا جائے" کے متعلق لکھتا ہے:

"مٹی کے تجزیہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس میں اجزائے نوشادر یہ اور اس قبیل کے ایسے نمکیات موجود ہیں جو کتے کے زہر کو بے اثر کر دیتے ہیں"

جرمن ڈاکٹر کی یہ تحریر ان مسلمانوں کے منہ پر طمانچہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے مقابلہ میں موجودہ طرزِ تمدن اور تحقیقات و انکشافات کو نہ صرف حدیث و قرآن سے بلند سمجھتے ہیں بلکہ شومیٔ قسمت سے ان کا استہزاء بھی کرتے ہیں۔ کیا ایسے لوگوں کا خلوص و عقیدت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے یا اس جرمن ڈاکٹر کا۔

افسوس کہ اندھا دھند تقلید سے ہم کہیں کے نہیں رہے اور فرمانِ خدا و فرمانِ رسول سے انحراف کے نتیجہ میں جس ذلت و رسوائی کی زندگی ہم بسر کر رہے ہیں وہ اظہر من الشمس ہے۔ اللھم وفقنا لما تحب وترضیٰ

محفوظ، قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہازرانوں کی جنت
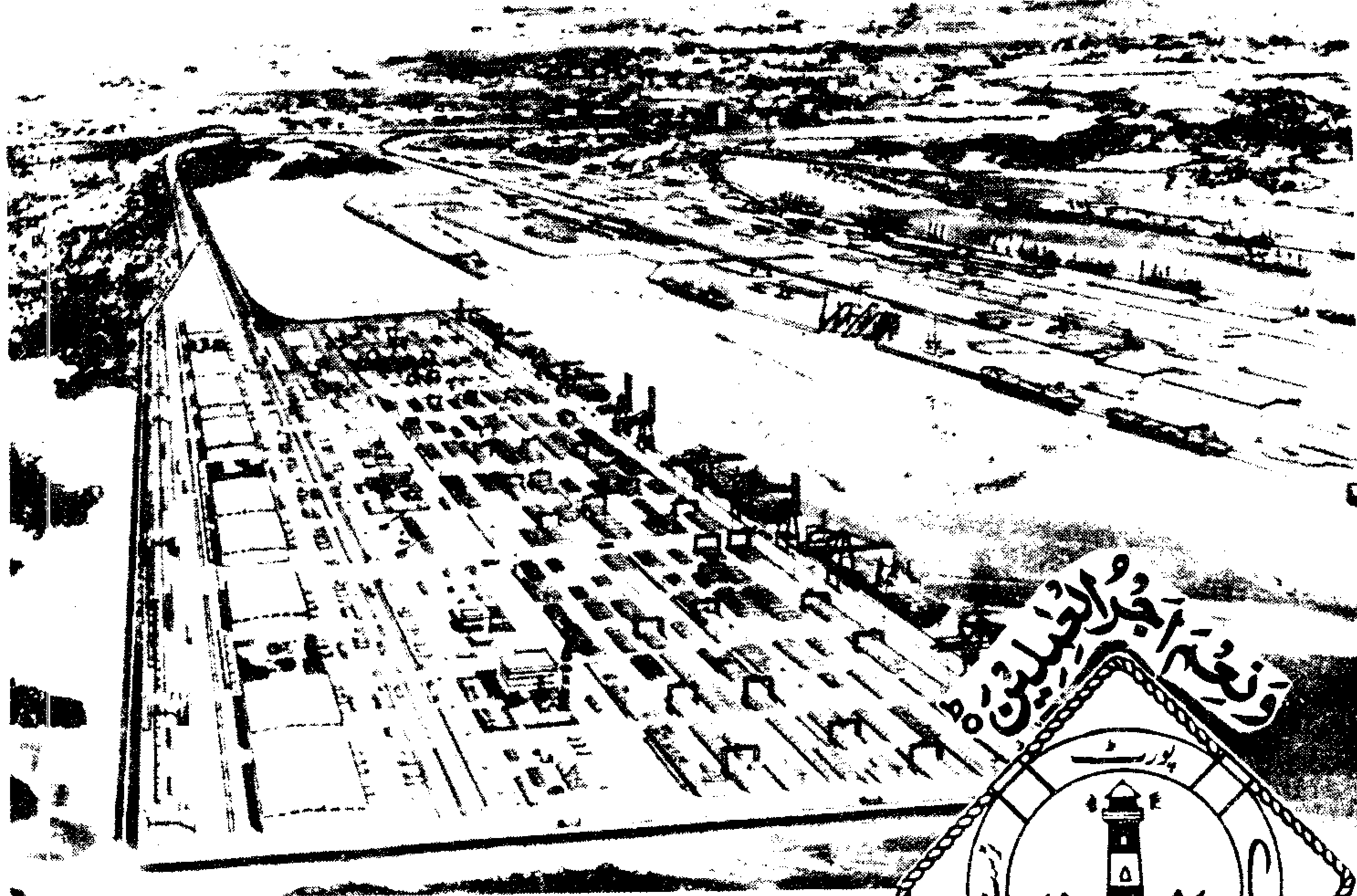
بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجنیئرنگ میں کمالِ فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

مولانا عبدالقیوم حقانی
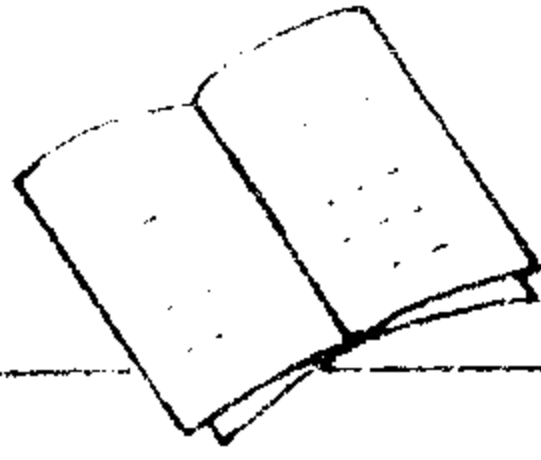
تعارف وتبصرۂ کتب

اسلام اور تربیت اولاد | تالیف: شیخ عبداللہ ناصح علوان ــــــ اردو ترجمہ: مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار
صفحات: جلد اوّل ۵۹۶ / جلد دوم ۴۲۹ ــــ قیمت مکمل سیٹ ۔/۲۵۰ روپے ــــ ناشر: دارالتصنیف جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

وحدت امت اور اتحاد ملت کے بلند ترین مقصد کے حصول میں اصلاح معاشرہ نقطۂ آغاز ہے۔ معاشرہ کی تشکیل اور صالحیت میں "تربیت اولاد" کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ریسرچ و تحقیق اور تصنیف و تالیف کے اس دور میں اس موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا ہے، مگر شیخ عبداللہ ناصح علوان کی "تربیۃ الاولاد فی الاسلام" کو جو جامعیت اور نافعیت اور جس عظمت اور استناد کا مقام حاصل ہے وہ تو بس ان ہی کا حصہ ہے ــــ کتاب کی اسی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر ملک کے مشہور سکالر، جامعہ علوم اسلامیہ کے معروف استاذ مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار نے کتاب مذکور کو اردو کے نہایت ہی حسین اور سلیس پیرائے میں ڈھال کر برصغیر کے مسلمانوں کو ایک اہم اور تاریخی دستاویز بہم پہنچا دی ہے۔ اردو ترجمہ ۲ دو جلدوں میں مکمل ہوا ہے۔ ہماری معلومات کی حد تک تربیت اولاد کے موضوع پر اس قدر بہترین طریقے سے ایسا قیمتی اور پُراز حقائق مجموعہ آج تک تحریر میں نہیں آسکا۔ کتاب میں موضوع سے متعلق آیات قرآنیہ، احادیث مبارکہ اور سلف صالحین کے آثار و اقوال کے ذخیرہ کو بڑے سلیقہ سے مرتب کیا گیا ہے۔ اصل عربی اور اردو ترجمہ کے ہر جملہ سے یہ بات چھلکتی نظر آتی ہے کہ خود مصنف اور مترجم نے بڑے درد و سوز، ایمانی جذبہ و جوش اور علمی پختگی کے ساتھ تحریر زیب قرطاس کی ہے۔

بہرحال "اسلام اور تربیت اولاد" کی صورت میں امت مسلمہ اور اسلامی کتب خانوں کو ایک ایسی جامع کتاب میسر ہوگئی ہے جو تعلیم و تربیت کے ہر پہلو سے بحث کرتی ہے۔ جس میں ایسے بنیادی اصولوں اور قواعد کی نشاندہی کی گئی ہے جس سے بچوں کی عقلی، روحانی اور جسمانی تربیت عمدہ طریقے سے ہوسکے گی اور جس سے ان کی شخصیت کو اخلاقی، نفسیاتی اور معاشرتی ہر اعتبار سے صحیح ڈھانچہ میں ڈھالا جاسکے گا۔ یقین ہے کہ علمی اور دینی حلقے اس عظیم تاریخی شاہکار کی بھرپور قدر کریں گے۔ (عبدالقیوم حقانی)

حقیقۃ الفقہ | تصنیف: مولانا انوار اللہ فاروقیؒ ــــ صفحات ۶۵۰ ــــ قیمت درج نہیں
ناشر: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۴۳۷ ڈی گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی ۵

مولانا محمد انوار اللہ فاروقیؒ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم دین، محقق، صاحب قلم اور صاحب نظر فاضل اور امام الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ اجل تھے "حقیقۃ الفقہ" انہی کی مشہور اور مایۂ ناز تصنیف ہے علم فقہ کی عظمت و اہمیت، ضرورت و جامعیت

فقہاء اور محدثین کے باہمی روابط اور علمی و فقہی کارنامے، بے دینوں اور نیچریوں کے اسلام پر اعتراضات کے جوابات، فضائلِ صحابہؓ اور ان کے فقہی استنباطات، فقہاء اربعہ بالخصوص امام اعظم ابو حنیفہؒ کا تذکرہ و سوانح، حنفی مکتبِ فکر کے اہم ستون اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے جلیل القدر تلامذہ کا تذکرہ، فقہ حنفی کی ترتیب و تدوین، تقلید کی شرعی حیثیت، فقہاء اور محدثین کے طریقوں کا موازنہ۔ غرض موضوع سے متعلق شاید ہی کوئی پہلو ہو جو تشنہ رہ گیا ہو۔ کتاب کی دونوں جلدوں کو یکجا شائع کیا گیا ہے۔ "حقیقۃ الفقہ" ایک جامع اور مستند ماخذ اور اساتذہ علم میں حوالہ کے طور پر بھی متداول ہے ۔۔۔ عمدہ طباعت، بہترین کاغذ، مضبوط اور دیدہ زیب جلدبندی نے اس کی افادیت مزید بڑھا دی ہے۔ اہلِ ذوق حضرات کیلئے گرانقدر تحفہ ہے۔ (عبدالقیوم حقانی)

ذکرِ جمیل | نعتیہ کلام: مولانا ماہر القادری مرحوم ۔۔۔۔ مرتب: جناب طالب ہاشمی صاحب ۔۔۔ ہدیہ ۔/۴۰ روپے

ملنے کا پتہ: البدر پبلیکیشنز ۲۳ راحت مارکیٹ اُردو بازار لاہور ۲

"ذکرِ جمیل"، برصغیر کے مشہور و معروف شاعر، ادیب، نقاد اور صحافی جناب ماہر القادری مرحوم کے "حمد و نعت" پر مشتمل ایک حسین اور خوبصورت مجموعہ ہے۔ ادبی حلقے کا شاید کوئی فرد ہی ایسا نہ ہو گا جسے ماہر القادری صاحب کے شہرۂ آفاق "سلام" ع

سلام اُس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی

نے متاثر نہ کیا ہو۔ اس "سلام" نے مولانا کو جو شہرت بخشی وہ شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتی ہے۔ "فاران" کے مدیر کی حیثیت سے بھی مولانا کے نام سے ایک دُنیا واقف ہے۔

ابتداء میں اپنے ماحول کی وجہ سے وہ ایک خاص مسلک کے پیروکار تھے لیکن اپنے خلوص، دین دوستی اور علماء حق کے مطالعہ سے بدعات کے کٹر دشمن بن گئے۔ غالباً فاران کی تاریخ میں صرف ایک خصوصی نمبر نکلا ہے اور وہ فاران کا "توحید نمبر" ہے ۔۔۔۔ بہرحال ماہر صاحب مرحوم کے "حمد و نعت" کا مجموعہ "ذکرِ جمیل" کے نام سے طویل عرصہ کے بعد نہایت خوبصورت انداز میں چھپا ہے۔ ان کا اندازِ نعت گوئی کتنا دلپذیر ہے اور فکر و خیال کس قدر پاکیزہ ہے! اس کا تعلق خود قاری کے دیکھنے سے ہے ع

بخدا لذتِ ایں مے نکشی تا نہ چشی

آپ کی نعت کا یہ کمال ہے کہ کوئی نعت اپنی حد سے متجاوز نہیں ہوئی۔ مثال کے طور پر ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

کس بیم و رجاء کے عالم میں طیبہ کی زیارت ہوتی ہے
اک سمت شریعت ہوتی ہے اک سمت محبت ہوتی ہے

پورا مجموعہ اس قدر بہار آفرین اور دلآویز ہے کہ کوئی بندۂ خدا اور عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مکمل کیے بغیر ہاتھ سے جدا نہیں کرتا اور بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے، چند وجد آفرین شعر ملاحظہ ہوں ؎

اتنا ہو فزوں شوق تمنائے مدینہ جس سمت نظر جائے نظر آئے مدینہ
زاہد تجھے جنت کی تمنا ہو مبارک میرے لیے فردوس ہے صحرائے مدینہ

ایک اور جگہ سے ایمان افروز اشعار کا نمونہ یہ ہے ؎

پاک دل پاک نفس پاک نظر کیا کہنا بعد مکہ کے مدینہ کا سفر کیا کہنا
جیسے جنت کے دریچوں سے جھلکتی ہو بہار پہلی منزل ہی کے انوار سحر کیا کہنا

سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اس عالم نے کس سرفرازی سے بخشا وہ دنیا کو معلوم ہے۔ بظاہر جدہ میں ایک مشاعرہ میں گئے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور تا دم قیامت جسد خاکی جنت المعلیٰ کی عطر بیز فضاؤں میں محوِ خرام محسوس ہوتا ہے کہ ان کے مرقد سے اب آواز آ رہی ہے ؎

بافلک گویم کہ آرامم نگر دیدۂ آغازم انجامم نگر

جناب طالب ہاشمی عشاقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ حسین وجمیل گلدستہ امت تک پہنچانے کا انتظام کیا ہے۔ "اظہارِ تشکر" کے نام سے طالب ہاشمی نے جو ایک صفحہ لکھا ہے اور اس میں جس ولولہ سے دعائیہ لکھا ہے وہ اتنا حقیقت افروز، دلکش اور شگفتہ ہے کہ اس سے کتاب کی قیمت وصول ہو جاتی ہے۔

ہمارا ضمیر گواہی دیتا ہے کہ "ذکرِ جمیل" جس کے ہاتھ میں ہوگا وہ سعادتمند اور جمیل ہوگا۔ کوئی لائبریری، کوئی کتب خانہ، کوئی انجمن اور کوئی ادارہ "ذکرِ جمیل" کے حسن سے محروم نہ رہے۔

کتابت، طباعت، ظاہری اور باطنی رعنائی کے لحاظ سے کتاب کا ہدیہ بہت مناسب ہے۔

(قاضی عبدالحلیم)

نظام امارتِ شرعیہ ــــ بقیہ ص۱۴ سے

سے زائد علماء کرام شریک تھے۔

حضرت محدث کشمیریؒ کی تحریک پر سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو امیر شریعت منتخب کیا گیا اور پہلی بیعت خود حضرت مولانا انور شاہ کشمیری نے کی تھی۔ اس کے بعد بیعت عامہ ہوئی۔

(ماہنامہ الرشید ساہیوال شمارہ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ)

اس امارت کے متعلق اس سے زیادہ معلومات پر سر دست دسترس حاصل نہیں ہوئی۔

یہ ہے ہندوستان میں نظام امارت کے قیام کی مختصر تاریخ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اکابر اور بزرگوں نے اس شرعی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی ہر دور میں حسب استطاعت جدوجہد فرمائی ہے ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را